مناظرہ لاہور

مؤلف

شہزادہ و خلیفہ مظہر اعلیٰ حضرت مظہر شیر بیشہ اہل سنت غواص بحر شریعت سیاح افق معرفت

حضرت علامہ مولانا صوفی ابو سلمان محمد احمد مشہود رضا

قادری برکاتی رضوی حشمتی مدظلہ النورانی



اُدُعُ اِلیٰ سَبِیُلِ رَبِّکَ بِالُحِکُمَۃِ وَالُمَوُعِظَۃِ الُحَسَنَۃِ وَجَادِلُھُمُ بِالَّتِیُ
ھِیَ أَحُسَنُ (قرآنِ کریم: النحل، آیت نمبر: ۱۲۵)

مجاہدۂ شیر بیشۂ اہل سنت

۱۴..........ھ..........۳۱

جلد ثانی

مرتب

شہزادگانِ مشہود ملت:

نبیرۂ مظہر اعلیٰ حضرت، مولانا الحاج حسان رضا حشمتی صاحب قبلہ مدظلہ النورانی

وارث علوم شیر بیشۂ اہل سنت نبیرۂ مظہر اعلیٰ حضرت الحاج ابوالفضل محمد شایان رضا زیدی

فاضل الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

نام کتاب : مجاہدۂ شیر بیشۂ اہل سنت جلد ثانی

محرکِ مسعود : ------------------------------------

تصحیح جدید : خلیفۂ حضور شیر بیشۂ اہل سنت قاری محبوب علی خاں مدظلہ النورانی

مرتب : شہزادگانِ مشہود ملت حفظہم اللہ تعالیٰ من جمیع البلیات

کمپوزنگ : مولانا شایان رضا زیدی حشمتی مصباحی، حافظ سعید رضا خاں۔

تزئین کار : مولانا عبدالقادر مصباحی

صفحات : ۵۷۸

اشاعت باراول : بموقع عرس قاسمی مارہرہ شریف.................۱۴۳۲ھ

تعداد اشاعت : ۱۱۰۰ر گیارہ سو

شیر بیشۂ اہل سنت، قائد اہل سنت، سیف من سیوف اللہ، شہید فی سبیل اللہ، امام المناظرین، غیظ المنافقین، محسود المعاصرین، مظہر اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ وقاری ابوالفتح عبید الرضا حضور سیدنا محمد حشمت علی قادری برکاتی رضوی، علیہ الرحمۃ والرضوان کے عظیم مناظروں کا عظیم انسائیکلوپیڈیا جس کا تاریخی نام مجاہدۂ شیر بیشۂ اہل سنت (۱۴۳۱ھ) ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجاہدۂ شیر بیشۂ اہل سنت.................دوسری جلد

فہرست مضامین

شمار نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر

مناظرۂ لاہور، پاکستان

مناظرۂ ادری، اعظم گڈھ یوپی

مناظرۂ ملتان، پاکستان

مناظرۂ موراواں، انّاؤ

انتساب

شیر بیشۂ اہل سنت، قائد اہل سنت، سیف من سیوف اللہ، شہید فی سبیل اللہ، امام المناظرین، غیظ المنافقین، محسود المعاصرین، مظہر اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ وقاری ابو الفتح حضور سیدنا محمد حشمت علی قادری برکاتی رضوی، علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام جنہوں نے اہل سنت و جماعت کے اندر اپنے عظیم مناظروں سے عظیم روح پھوک دی اور وابستگان سلسلۂ حشمتیہ کے نام اور بالخصوص ہمارے ان مقدس بھائیوں کے نام جو اپنے سینوں میں تبلیغِ دینِ اسلام کا بے لوث جذبہ رکھتے ہیں اور اپنے والدین کریمین، بہنوں، بھائی اور ہر اس مسلمان کے نام جو اس کو پڑھے اور احکام اسلام میں غور وفکر کر کے اس پر عمل پیرا ہو۔

ابو الفضل شایان رضا قادری رضوی حشمتی

خادم آستانہ عالیہ حشمتیہ حشمت نگر پیلی پھیت شریف

۷۸۶
۹۲

شرف عقیدت

میں اپنی اس کاوش کو ان حضرات کے نام کرتا ہوں:

وارثِ علومِ امام احمد رضا، تاج الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ فی الہند
فخر از ہر اخترِ اوجِ معرفت وشریعت حضور **اختر رضا** خاں صاحب قبلہ

امینِ اسرارِ الٰہی وامینِ وحدتِ اسلام والمسلمین، شہزادۂ احسنِ العلما
سید السادات ابوالامان پروفیسر **محمد امین میاں** صاحب قبلہ

غواضِ بحرِ معرفت و، آبروئے خاندانِ حشمتیہ شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت
حضرت علامہ صوفی الحاج **ابوسلمان احمد مشہود رضا خوشتر** صاحب قبلہ

اور بالخصوص

خلیفۂ شیر بیشۂ اہل سنت ناشر مسلک حق حضرت الحاج
ابوالمصطفیٰ احمد عمر ڈوسا حشمتی کے نام، جن کی پوری زندگی
یہ خواہش رہی کہ پیر و مرشد شیر بیشۂ اہل سنت کی تمام خدمات منظرِ عام پر آجائیں۔

احقر العباد

ابوالفضل

مجاہدۂ شیر بیشۂ اہل سنت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور مظہر اعلیٰ حضرت بزم رضویت کے روح رواں

از:۔شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق صاحب قبلہ امجدی قدس سرہ

اسلاف کے کارنامے اخلاف کے لیے عبرت و موعظت کے دفتر ہوتے ہیں ۔اسی لیے اسلام میں تاریخ کی تدوین کی داغ بیل پڑی اور آج عہد رسالت (علی صاحبھا الصلوۃ والتحیہ) سے لے کر آج تک لاکھوں مشاہیر اسلام کے حالات زندگی قلم بند موجود ہیں۔

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ اس عہد کے صف اول کی شخصیتوں میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔مگر جمود و تعطل کا برا ہو کہ ہمارے کسی فرد کو اس طرف خیال نہ ہوا کہ ان کی سوانح جمع کی جائے۔حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ کے معتمد اور خصوصی مرید علم بردار اہل سنت جناب ماسٹر عبدالوہاب صاحب زید مجدہ بلرام پوری نے اس اہم کمی کو محسوس کیا اور انھوں نے اپنی بساط بھر کوشش کر کے یہ رسالہ مرتب کر کے عوام کی خدمت میں پیش کیا۔اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ مختصر رسالہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری کی جگہ نہیں لے سکتا۔مگر جب کچھ نہ ہو،تو کچھ ہونا ہی سب کچھ ہوتا ہے، کہ یہ مکمل اوراق کسی صاحب کو ایک جامع کامل سوانح عمری لکھنے پر آمادہ کریں اور اسی بہانے حضرت کی شایان شان ایک سوانح وجود میں آئے ؎

ہر دردمند دل کو رونا قرار لائے

مختصر ہوتے ہوئے بھی یہ رسالہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ کی جامع شخصیت کی ایک جامع سند کی حیثیت رکھتا ہے۔اس میں مجمل طور پر جو باتیں مذکور ہیں اگرانہیں مفصل کر دیا جائے تو اسی کوزے سے وہ سمندری لہریں امنڈ سکتی ہیں جن کا کام حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ کا کردار ہے۔

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ اپنے اندر اوصاف علمیہ وعملیہ کی وہ جامعیت رکھتے تھے کہ ان سب کا اجتماع ایک ذات میں شاید و باید کہیں پایا جاتا ہے۔ خطیب ایسے شعلہ نوا کہ ہزاروں کے مجمع کو والا شیدا بنا دیتے تھے۔عالم متبحر ایسے دقیق سے دقیق تر مسائل علمیہ مستحضر رہتے تھے۔ مرشد طریقت ایسے کہ ہزاروں وابستگان ہندوستان کے طول وعرض میں موجود ہیں۔اخلاق اتنا وسیع کہ جو ایک بار ملا زندگی بھر کا بندہ بے دام رہا۔شریعت کی اتباع اتنی سخت کہ فرائض و واجبات کہاں ترک ہوتے۔ مستحبات پر سفر وحضر میں بالالتزام عمل فرماتے ،فراخ دل، سیر چشم ایسے کہ کبھی دولت دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔جواد وسخی ایسے کہ جو آیا خرچ ہوا،کل کے لیے اٹھا رکھنے کا کبھی سوال ہی نہیں تھا۔ان تمام خوبیوں کے ساتھ وہ کمال جس نے انہیں کندن بنا کر چمکا یا جس نے دنیا کو مجبور کیا کہ انہیں شیر بیشۂ اہل سنت کے نام سے یاد کرے وہ **"أستقامت علی الحق ،تصلب فی الدین ، الحب فی اللہ و البغض فی اللّٰہ"** کا جوہر اور احقاق حق وابطال باطل کا وہ ولولہ جس میں وہ منفرد تھے۔جس بات کو انہوں نے حق جانا اس کے اعلان اور جسے باطل جانا اس کے رد وابطال میں کبھی انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی کہ میرا ساتھی کوئی اور ہے یا نہیں؟۔شیر نیستاں کی طرح یکہ وتنہا دھاڑتے ،گرجتے ایوان

باطل میں تہلکہ ڈالتے رہے۔ ساتھی کی پرواہ کیا کرتے موذیوں کی ایذا رسانی، حاسدین کی ریشہ دوانی، ملامت کی شدید سے شدید ملامت نے بھی کبھی نہ ان کے قدم میں ادنی سی لرزش پیدا کی اور نہ زبان میں بودیہ کنایہ ابہام آنے دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ اس کے مصداق تحقیقی تھے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

فجزاه الله عن الاسلام و المسلمين خير الجزاء.

ماسٹر عبدالوہاب صاحب حشمتی علیہ الرحمہ نے مجھ سے فرمائش کی کہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے حالات جو آپ کو معلوم ہیں انہیں قلم بند کردو۔ میں ایک کمزور اور کاہل انسان مہینوں ٹالتا رہا۔ مگر حشمتی سے بہانہ کر کے نکل جانا مشکل تھا۔ ان پیہم تقاضوں نے یہ چند سطریں لکھنے پر مجبور کر دیا اور یوں میں اس سعادت میں شرکت پر بشکریہ ماسٹر صاحب موصوف فخر محسوس کر رہا ہوں۔

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ سے خصوصی تو نہیں مگر ان کے کرم کی وجہ سے میرا ایک خاص لگاؤ ضرور رہا۔ بارہا سفر و حضر میں ہمرکاب رہا۔ اس لیے حضرت کے کمالات علمیہ و عملیہ کی اتنی جزئیات مستحضر ہیں کہ ان سب کو جمع کرنے کے لیے مجھے سالوں کی مہلت چاہیے۔ مگر ماسٹر صاحب کو ٹالنے کے لیے چند باتیں سپرد قلم کر رہا ہوں۔

حضرت کی خصوصیات میں مناظرہ کا ملکہ وہ ممتاز صفت ہے جس میں ان

کا کوئی حریف نہ ہو سکا۔ مناظرہ کے لیے جو خصوصیات ضروری ہیں سب حضرت میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ کلام میں روانی شیرنی افہام و تفہیم، ذکاوت ذہن، حاضر جوابی، علم مستحضر آواز میں قوت ان سب صفات میں یگانہ وقت تھے۔ کلام میں روانی کا یہ عالم تھا کہ جو بات متوسط لہجہ بات کرنے والے پندرہ منٹ میں ادا کرتے تھے حضرت اسے بلا مبالغہ دو منٹ میں اس عمدگی سے ادا فرماتے کہ ایک ایک کلمہ کا حرف موتی کی طرح مرصع پوری صحت کے ساتھ بغیر کسی التباس کے سننے میں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ مناظروں کی روداد میں اگر حریف کی تقریر ایک صفحہ ہے تو حضرت کی تقریر ڈھائی تین تین صفحہ ہے جب کہ اصولاً وقت دونوں کا مساوی ہوتا تھا۔ مقررین سے عموماً جوش کے وقت تذکیر و تانیث جملے میں ترتیب کی غلطی ہو جاتی ہے۔ مگر تین تین چار چار گھنٹوں کی سیکڑوں تقریریں میں نے سنیں۔ باوجود پوری توجہ کے کبھی کوئی غلطی نہ ملی۔ کلام میں شیرینی کا یہ عالم تھا کہ خطبہ پڑھتے وقت تو لوگوں کی خواہش ہوتی کہ رات بھر خطبہ پڑھتے رہیں۔ نعت شروع فرماتے تو ہر شخص یہی چاہتا کہ یونہی پڑھتے رہیں۔ اور جب تقریر شروع کرتے تو خطبہ و نعت کی لذت بھول کر تقریر کی حلاوت مجمع پر ایسے غالب ہوتی کہ انہیں ہوش تک نہ رہتا کہ اس کے پہلے کیا سنا اور کیا دیکھا۔ جب تقریر میں فضائل و مناقب بیان فرماتے تو بلا مبالغہ ایسا محسوس ہوتا کہ تقریر نہیں بلکہ مدینہ طیبہ کی تازہ کھجوروں کا رس کانوں کے ذریعے روح میں گھولے جا رہے ہیں۔ لیکن جب یہی مداح رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بد مذہبوں کے رد و طرد کی جانب متوجہ ہوتا، تو گویا تقریر نہیں ہو رہی ہوتی بلکہ قہر خداوندی کی بجلیاں کڑک رہی ہوتیں۔ جب مدح گستری

میں آتے تو معلوم ہوتا، حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہ کے ظل ہیں۔اور جب رد اعدا کی طرف رخ کرتے ،تو محسوس ہوتا کہ ذوالفقار حیدری کی دھار ہیں ۔

نہیں ان کے جلوے میں یک رہی
کہیں پھول ہے کہیں خار ہے

اب آئیے مناظرے کے چند واقعات سنیے:

ادری ضلع اعظم گڑھ کا مناظرہ اپنے خصوصیات اور جامعیت اور فتح و غلبہ کے اعتبار سے ممتاز ہے۔اس مناظرہ میں پورے ضلع کے ڈیڑھ دوسو وہابی مولوی ، دیوبندی و غیر مقلد ایک ایک کر کے حضرت کے مقابلہ میں آئے تھے۔ان سب کا نفس ناطقہ اگرچہ منظور سنبھلی تھا،مگر اس کی پشت پر وہابیوں کے ممتاز اور صفحہ اول کے مولوی بھی موجود تھے۔جن میں حبیب الرحمٰن مئوی بھی تھا۔ جو دیوبندی جماعت میں اس درجے کا مولوی ہے کہ حسین احمد ٹانڈوی کے مرنے کے بعد اس کی قائم مقامی کے لیے اس کا بھی نام آیا تھا۔لیکن ادھر حضرت شیر بیشہ اہل سنت مظہر اعلی حضرت قدس سرہ تنہا تھے۔کوئی ایسا بھی نہیں تھا کہ کتابوں سے عبارت نکال کر دیتا۔لیکن اللہ عزوجل کی شان دیکھئے۔اس مناظرہ کے ڈیڑھ سو سوالات آج تک لاجواب ہیں اور قیامت تک لاجواب رہیں گے۔

اس مناظرے میں حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ کے علم مستحضر اور جامعیت کا وہ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا کہ میں ششدر رہ گیا۔

ہوا یہ کہ حدیث ''تاثیر نخلہ'' میں بحث جاری تھی۔ حبیب الرحمٰن کی تلقین پر سنبھلی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مزارعین صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے علم کی زیادتی پر یوں استدلال کیا کہ ''أنتم أعلم بأمور دنیاکم'' میں ''اعلم'' اسم تفضیل ہے۔ اور مولانا اگر آپ نے کافیہ پڑھی ہے اور یاد ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ اسم تفضیل مفضل منہ چاہتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین مفضل اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مفضل علیہ ہیں۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا علم حضور سے زیادہ تھا۔

اس کی جوابی تقریر میں شیر بیشہ اہل سنت قدس سرہ نے للکار کر فرمایا کہ منظور تم ہمیں کافیہ یاد نہ رہنے اور نہ پڑھنے کا طعنہ دیتے ہو۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تم اور تمہارے استاذ حبیب الرحمٰن مئوی اور ان ڈیڑھ سو مولویوں نے نحو میر بھی نہ پڑھی اور اگر پڑھی ہے تو یاد نہیں۔ اس میں اسم تفضیل کا استعمال تین طریقے سے لکھا ہے:

(۱)......اضافت کے ساتھ۔

(۲)......من کے ساتھ۔

(۳)......الف لام کے ساتھ۔

یہاں ان تینوں میں سے ایک بھی نہیں۔ پھر یہ اسم تفضیل کیسے ہوا؟ اس پر ڈیڑھ سو مولویوں کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، پسینہ پر

پسینہ آنے لگا، ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔لیکن منظور سنبھلی نے اپنی اس فطری عادت کے پیش نظر جس کی وجہ سے وہ وہابی مناظروں میں ممتاز ہے، بجائے خفیف ہونے کے یا قبول حق کے الٹے سوال کر دیا کہ مولانا اگر اچھا یہ اسم تفضیل نہیں تو کون سا صیغہ ہے؟ پس اب کیا تھا، شیر کی طرح دھاڑ کر حضرت نے فرمایا تم ڈیڑھ سو مولویوں کو نحو میر یاد نہیں اب معلوم ہوا کہ پنج گنج بھی نہیں پڑھی ہے۔ دیکھو اس میں لکھا ہے ''**افعل**'' کا وزن تین معنوں کے لیے آتا ہے:

(۱)......تفضیل جیسے افضل۔

(۲)......صفت جیسے احمر۔

(۳)......اسم صریح جیسے اکمل۔

جب یہ وزن تینوں معنوں میں مستعمل ہے، تو اس حدیث میں ایک معنیٰ تفضیل پر کیا قرینہ ہے، دلیل لاؤ!۔

اس پر ڈیڑھ سو مولویوں کا جو حال ہوا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ کوئی داڑھی کھجلاتا، کوئی سر سہلاتا، کوئی دانت نکالے کھسیانی ہنسی ہنستا۔مگر کسی سے کوئی جواب نہ بن آیا۔

ماہرین جانتے ہیں کہ نحو میر پنج گنج سبھی پڑھتے ہیں۔مگر عرصہ تک تعلیم و تعلم کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد ان کے تمام مسائل کو اس طرح یاد رکھنا کہ یقینی طور پر فلاں مسئلہ نحو میر میں فلاں مسئلہ پنج گنج میں ہے

۔بتانا مشکل ہے اور بوقت ضرورت اس کی طرف ذہن کا منتقل ہونا بہت مشکل ہے ۔ یہ صرف فضل خداوندی و تائید ایزدی ہی ہے کہ اس مناظرے میں وہ لطیفہ خود بخود ہو گیا۔ جسے واعظ بیان کرتے ہیں۔منظور نے تعلی بگھارتے ہوئے کہا کہ مجھ سے مناظرہ کرنا آسان نہیں، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ منظور اور مناظرہ کے حروف برابر ہیں ۔ پانچ منظور میں اور پانچ مناظرہ میں ۔ اس پر برجستہ فرمایا کہ حروف کی گنتی میں برابری اگر ایک لفظ کے معنی کی دوسرے لفظ میں مسمی میں خصوصیات ملعون میں بھی پانچ حروف ہیں ،مردود میں بھی پانچ حروف ہیں،نمرود، شداد، ہامان،فرعون، قارون، بوجہل، ابلیس سب میں پانچ حروف ہیں۔ بولیے کیا آپ ان سے خصوصیات کے حامل ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔تعداد حروف میں تساوی کی کوئی حیثیت نہیں۔ البتہ بقاعدہ جمل الفاظ کے اعداد کی ایک مانی ہوئی حیثیت ہے اس لحاظ سے منظور مناظرہ کے نہیں منظور مناظِرہ کے بھی اعداد برابر ہیں۔گیارہ سو چھیانوے منظور کے بھی اور گیارہ سو چھیانوے مناظِرہ کے بھی اعداد ہیں۔اس پر باوجود بے حیائی کے منظور اتنا خفیف ہوا کہ نظریں جھکا لینی پڑیں۔اس لطیفے کی توضیح یہی ہے کہ مناظرہ ''ظاء'' کے فتحہ کے ساتھ ہے ۔جس کے معنی مناظرہ کرنا ہے۔اور اسم فاعل مذکر بغیر ''ہاء'' کے ہے اور اسم فاعل مؤنث مناظِرہ ''ظاء'' کے کسرہ اور ''ہاء'' کے ساتھ ہے۔اب واقعہ کو پڑھیے اور سر

دھنیے کہ یہ جولانی طبع، ذکاوت، حاضر جوابی کی کیسی شاندار مثال ہے۔

اسی قسم کا ایک علمی لطیفہ گیا کے مناظرہ میں بھی پیش آیا۔ وہاں گورنمنٹ کے قانون کے مطابق یہ طے ہوا تھا کہ مدعی کو سب سے پہلی اور سب سے آخری تقریر کا حق حاصل ہوگا۔ یہ شرط دیو بندیوں نے خود پیش کی تھی، جو سنی منتظمین نے بھی منظور کر لی تھی۔ یہاں بھی گیا، پٹنہ اور مونگیر کے پچاسوں دیو بندی مولوی مقابلے پر جمع تھے۔ اور شیر بیشہ اہل سنت قدس سرہ کے ساتھ صرف مولانا سراج الہدی اور ان کے بڑے بھائی مولانا فیض الہدی مرحوم جو ابھی طالب علم تھے، موجود تھے۔ اس مناظرہ میں ابتدائی بحث یہی چھڑ گئی کہ مدعی کون ہے اور مدعی علیہ کون ہے۔

اصحاب فقہ جانتے ہیں کہ فصل خصومات میں مدعی علیہ کی تعیین کتنی ضروری اور کتنی مشکل ہے اور اس مناظرہ میں تو مدعی کو چوں کہ ایک زائد تقریر کا حق ملا تھا۔ اس لیے منظور چاہتا تھا کہ میں مدعی بن جاؤں۔ گفتگو کا آغاز اس طرح ہوا۔

شیر بیشہ اہل سنت قدس سرہ نے فرمایا کہ چوں کہ ہمارا دعوی ہے کہ تم کلمہ پڑھنے کے باوجود کافر ہو، اس لیے میں مدعی ہوں اور تم مدعی علیہ اس بنا پر پہلی تقریر کا حق میرا ہے۔ منظور نے جواب میں کہا، مدعی کے معنی دعوی کرنے والا ہے اور مدعی کو منکر بھی کہتے ہیں، جس کے معنی انکار کرنے والا۔ ہم یہ دعوی کرتے ہیں، ہم مسلمان ہیں اور آپ لوگ اس کا

انکار کرتے ہیں۔اس لیے ہم مدعی ہوئے اور منکر مدعی علیہ آپ ہوئے۔ اس ظاہر مجادلانہ اور درحقیقت جاہلانہ بات پر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے فرمایا کہ بعینہ آپ کی اس دلیل سے ہم مدعی اور آپ منکر ہوئے ۔مناظرہ کا موضوع یہی ہے کہ آپ کافر ہیں اور ہمارا یہی دعوی ہے ۔اسی کا ہم اثبات کریں گے ۔اور آپ اس کا انکار کرتے ہیں ،تو آپ مدعی علیہ ہوئے۔اس پر منظور نے پھر یہی دہرایا کہ مدعی کے معنی دعوی کرنے والا اور مدعی علیہ کے معنی انکار دعوی کرنے والا چوں کہ ہم یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔اس لیے ہم مدعی اور آپ اس کا انکار کرتے ہیں۔اس لیے آپ مدعی علیہ ہوئے۔منظور کی اس ہٹ دھرمی پر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ کا تبحر علمی جوش میں آگیا۔فرمایا کہ آپ نے مدعی اور مدعی علیہ کی تعیین لغوی معنی پر رکھی۔اگر لغوی معنی لے کر مدعی اور مدعی علیہ کی تعیین کی گئی ،تو صبح قیامت تک فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ یہاں فقہی معنی مراد ہیں بتائیے کہ مدعی اور مدعی علیہ کے فقہی معنی کیا ہیں؟۔اگر مدعی اور مدعی علیہ کے فقہی معنی مراد نہ لیں گے۔تو بطریق شرع خصومات کا فیصلہ ناممکن ہو جاے گا۔حدیث شریف میں ہے۔"البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر" ثبوت مدعی کے ذمہ ہے اور قسم منکر پر۔آپ بتائیے فرض کیجئے آپ میرے اس عصا پر زبردستی جو مولوی منظور اپنے ہاتھ میں کھڑا کیے ہوے لیے ہیں ، یہ میرا

ہے۔ یہ میرا دعوی ہے۔ آپ کہیں گے کہ نہیں یہ عصا جو میں اپنے ہاتھ میں کھڑا کیے ہوے لیے ہوں ، یہ میرا ہے۔ یہ بقول آپ کے آپ کا دعوی ہوا، آپ میری بات کا انکار کرتے ہیں، میں آپ کی بات کا انکار کرتا ہوں ۔تو میں بھی مدعی اور مدعی علیہ دونوں ہوا۔ اور آپ بھی مدعی اور مدعی علیہ دونوں ہوئے۔ قاضی کس سے ثبوت مانگے گا اور ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہونے کے بعد کس سے قسم لے گا۔ آپ کے بتائے ہوئے معنی کے لحاظ سے دونوں مدعی ہوئے اور دونوں مدعی علیہ۔ اس فاضلانہ ایراد سے مرعوب ہوکر کھسیا کر منظور نے کہا اگر مدعی کے معنی دعوی کرنے والے مدعی علیہ کے معنی انکار کرنے والے کے نہیں ہیں تو آپ ہی بتائیے کہ مدعی اور مدعی علیہ کے کیا معنی ہیں۔ اس پر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ فرمایا، معلوم نہیں تھا، تو پہلے ہی پوچھ لیتے اتنا وقت برباد نہ ہوتا۔ فرمایا سنو! مدعی وہ ہے جو خلاف ظاہر کا اثبات کرے اور مدعی علیہ وہ ہے جو ظاہر کے مطابق اثبات کرے۔ جیسے مذکور ہیں، جب میرا عصا آپ کے ہاتھ میں ہے تو میرا یہ کہنا کہ یہ عصا میرا ہے، ظاہر کے خلاف ہے۔ اس لیے میں مدعی ہوا اور آپ کا یہ کہنا کہ عصا میرا ہے۔ تو ظاہر کے مطابق ہوا۔ قبضہ دلیل ملک جب اس کے خلاف دلیل نہ ہو۔ لٰہذا آپ مدعی علیہ ہوئے۔ اس لیے اس خصوص میں ثبوت دینا میرے ذمہ ہے اور اگر میں ثبوت نہ دے سکوں تو قسم آپ کے ذمہ۔ اس طرح بر طریقہ

شرعی فیصلہ آسان ہوگیا۔

اب آپ آئیے اور مناظرہ کیجیے۔ موضوع کے متعلق انصاف سے کام لیجیے اور طے کیجیے۔ آپ کی داڑھی ہے، آپ کا ظاہر حال یہ بتاتا ہے کہ آپ مسلمان ہیں اور میں اس ظاہر کے خلاف یہ کہتا ہوں کہ آپ کافر ہیں، خلاف ظاہر کا میں اثبات کررہا ہوں اس لیے میں مدعی ہوا اور ظاہر کے مطابق آپ بول رہے ہیں اس لیے آپ مدعی علیہ ہوئے۔ اب مجھے امید ہے کہ آپ اس میں بات نہ بڑھائیں گے۔

اس روشن بیان کے بعد وہابی مناظر نے کہا تو یہ کہا اپنے جس دعوی کی تعریف کرکے اپنے مقصد کے مطابق بنالی ہے۔ اب آپ ثبوت دیجیے یہ تعریف کس کتاب میں ہے۔ حضرت شیر بیشہ اہل سنت قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ تعریف ہدایہ میں ہے۔ اتفاق کی بات ہدایہ وہاں موجود نہ تھی۔ اگر وہابی مناظر تحقیق کے لیے میدان میں آیا تھا تو اتنی روشن بات کو بلا چون و چرا تسلیم کرکے مناظرہ کی ابتدا ہونے دیتا۔ لیکن دیوبندیوں کو اپنے عقاید باطلہ کے بطلان پر اذعان ہے کہ وہ اولا میدان مناظرہ میں آنے سے گریز کرتے ہیں اور اگر اپنے عوام کے دباؤ اور جبر سے وہ آبھی جاتے ہیں تو طرح طرح کے حیلہ بہانے سے جان بچاتے ہیں۔

مدعی کی یہ تعریف اتنی مشہور معروف وظاہر وباہر ہے کہ کسی اہل علم کو بلکہ اہل عقل کو اسے تسلیم کرنے میں کوئی چوں چرا نہیں۔ لیکن وہابی

مناظر کو مناظرے سے زریں حیلہ ہاتھ آیا تھا، اس نے حوالہ کا مطالبہ کیا کہ ''ہدایہ'' میں یہ تعریف دکھائیے۔ ہدایہ وہاں موجود نہ تھی حضرت شیر بیشہ اہل سنت نے ہر چند فرمایا کہ میں کل یہ تعریف دکھاؤں گا۔ اگر نہ دکھا سکوں تو اپنی شکست تسلیم کر کے تمھیں تحریر دیدوں گا۔ مگر منظور نہ مانا۔ بالآخر مناظرہ کا ایک دن یوں ضائع ہو گیا۔ مگر بکرے کی ماں کب تک خیر مناتی۔ آخر کار دوسرے دن حضرت نے ہدایہ سے مدعی اور مدعی علیہ کی یہ تعریف پڑھ کر سنائی۔ تو خائب و خاسر خفت مٹانے کے لیے خود دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ کتاب منظور کو دے دی گئی۔ عبارت پڑھ کر سر پکڑ کر بہت دیر تک سوچتے رہے۔ یکا یک گاڑی کے آگے کاٹھ رکھ کر اس تعریف پر ایک اعتراض کیا کہ یہ تعریف صحیح نہیں ہے۔ یہ اعتراض حاشیہ پر موجود تھا اور اس کا جواب بھی مذکور تھا۔ شیر بیشہ اہل سنت قدس سرہ نے فوراً وہ جواب ارشاد فرمایا۔ تو پھر یہ اڑنگا لگایا متن میں تو دوسری تعریف ہے آپ نے متن کی تعریف چھوڑ کر شرح کی تعریف کیوں بیان کی۔ شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر ایک کی چند تعریفیں ہوں اب کوئی ایک تعریف کرے تو اعتراض کی کوئی بات نہیں، بشرطے کہ وہ تعریف صحیح ہو۔ چلیے یہ بات مختصر کیجیے۔ متن اور شرح میں تین تعریفیں مذکور ہیں۔ آپ ان میں کس کو تسلیم کرتے ہیں، اسی کے مطابق ثابت کروں گا کہ مدعی میں ہوں اور مدعی علیہ آپ۔ اب منظور کی چوکڑی بھول گئی۔ اور پھر ہدایہ مانگی اور بہت دیر تک

متن، شرح، حاشیہ دیکھتے رہے اور بقیہ پشت سوار مولوی اچک اچک کر دیکھتے رہے۔ کچھ دیر کھسر پھسر ہوتی رہی۔ آخر کار شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے مطالبہ کیا کہ وقت گزرتا جا رہا ہے، کیا آپ آج کا وقت بھی اسی میں ختم کر چکنے کا ارادہ کر چکے ہیں؟ اس پر مجمع سے شور اٹھا کہ مولوی منظور مناظرہ کا وقت ضائع مت کر۔ عوام کے زوردار مطالبہ سے مجبور ہو کر جلدی سے کہا میرے نزدیک متن کی تعریف صحیح ہے۔ اس کے رو سے میں مدعی ہوں اور آپ مدعی علیہ۔ ناظرین پہلے متن مذکور کی تعریف ملاحظہ فرمائیں! پھر آپ پر واضح ہوگا کہ دیوبندیوں نے کس طرح آنکھ میں دھول جھونکنے کی کوشش کی۔ ''المدعی من لا یجبر علی الخصومت ان اترکھا و المدعی علیہ من یجبر علی الخصومت''. مدعی وہ ہے جو خصومت اگر نہ کرے، تو اس پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور مدعی علیہ وہ ہے، جو خصومت پر مجبور کیا جائے۔ جب دیوبندی مناظر نے یہ کہا کہ تعریف صحیح ہے اور اس کی رو سے میں مدعی اور آپ مدعی علیہ ہیں۔ تو حضور شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے فرمایا کہ پھر آپ یہی چاہتے ہیں کہ مناظرہ سے جتنی جان بچے بچا لینی چاہیے۔ اس تعریف کو صحیح کرنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ دوسری تعریفیں غلط ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اصل موضوع پر مناظرہ ہو۔ اس لیے اس بحث سے بالقصد پہلو تہی کرتے ہوئے آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ اس تعریف کے رو سے کیسے مدعی ہیں اور میں مدعی علیہ اس کی توضیح ضروری تھی

مگر آپ نے ادعا محض کیا۔ مجھ سے سنیے اس تعریف کی رو سے بھی مدعی ہم اہل سنت ہیں اور مدعی علیہ آپ۔ ہمارے آپ کے درمیان نزع اس بات پر ہے کہ ہم آپ کو کافر کہتے ہیں۔ اگر ہم آپ کو کافر نہ کہیں تو کوئی جھگڑا نہ ہو۔ اس مناظرہ کی نوبت ہی اس بات پر آئی کہ ہم آپ کو کافر کہتے ہیں۔ اور آپ مجبور ہوکر اپنے کفر کو اٹھانے کے لیے میدان میں آئے ہیں اس لیے اس تعریف کی رو سے بھی مدعی میں ہوا اور آپ مدعی علیہ۔

اپنی خداداد شان خطابت سے جب یہ مضمون حضرت نے بیان فرمایا تو پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ اور تمام وہابیہ، دیابنہ مبہوت ہوگیے۔ بالآخر منظور نے عاجز آکر مان لیا کہ اچھا آپ ہی مدعی ہیں اور میں مدعی علیہ۔ آپ نے موضوع سے متعلق تقریر شروع کیجیے۔

اس عظیم الشان فتح پر اہل سنت کو جو مسرت حاصل ہوئی اور مناظر اعظم شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ کا جو رعب پورے مجمع اور دیوبندیوں پر چھایا، تو اخیر تک وہ مبہوت ہی رہے۔ یہ مناظرہ تحریری تھا اور ''تحذیر الناس'' کی عبارت پر تھا۔ تحریر ہونے کی وجہ سے وہابیت کی شکست فاش کا اس طرح دستاویز تھا۔ وہابی جانتے تھے کہ اگر یہ مناظرہ چھپ گیا تو وہابیت، دیوبندیت منہ دکھانے کے لائق نہیں رہی گی۔ اس لیے انہوں نے حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے ساتھ آدمی لگا دیا۔ اور گیا سے واپسی پر گیا اور بنارس کے درمیان پورا ٹرنک جس میں کتب

مناظرہ اور یہ تحریریں تھیں چرالیں۔اس مناظرہ میں ایک لطیفہ ہوا تھا کہ کسی موقع پر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے فرمایا کہ تمہارا خصم ہوں۔اس پر منظور بہت آگ بگولا ہوا اور منتظمین مناظرہ اور حکام سے فریاد کی کہ خصم کے معنی شوہر کے ہیں۔انہوں نے مجھے اپنی بیوی بنایا اور خود شوہر بنے ہیں۔اس میں میری توہین ہے۔اس لیے میں اس وقت تک مناظرہ نہیں کروں گا جب تک یہ لفظ واپس نہ لیں۔حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ منظور مناظرہ سے جان بچانے کے لیے تو تم سطحی باتوں پر آگئے ہو۔خصم کے معنی مدمقابل اور مدعی یا مدعی علیہ کے کتب فقہ اور مناظرہ میں شائع و ذائع ہے۔علاوہ ازیں خصم عربی لفظ ہے۔عربی کی کسی لغت میں خصم کے معنی شوہر کے نہیں۔اپنے جی سے ایسا معنی گڑھ کر مناظرہ کا وقت ضائع کرنا احقاق حق نہیں راہ فرار ہے۔اس لیے اس پر اردو کے لغت سے منظور نے بتایا کہ دیکھئے اس میں خصم کے معنی شوہر کے ہیں۔اس لیے جب تک آپ یہ لفظ واپس نہیں لیں گے، میں مناظرہ نہیں کروں گا۔شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے فرمایا کہ چلو اگر خصم کے معنی شوہر کے بھی ہوں مگر جب یہ مدعی اور مقابل کے معنی میں آتا ہے تو زیادہ سے زیادہ مشترک ہے اور لفظ مشترک کے کسی ایک معنی کی تعیین کے لیے قرینہ چاہیے۔یہاں خصم بمعنی شوہر مراد ہونے پر کوئی قرینہ نہیں ہے۔بلکہ قرینہ یہ ہے کہ یہاں یہ معنی ہو ہی نہیں سکتے۔اس لیے

آپ کے چہرے پر داڑھی موجود ہونے کی نشانی ہے کہ آپ عورت نہیں ہیں کہ آپ سے میرا نکاح ممکن ہو۔ اور بیوی اور میں شوہر ہوسکوں۔ اور اگر بالفرض داڑھی ہوتے ہوئے بھی آپ عورت ہوتے اور یہ داڑھی مخالفت فطرت تھی، تو بھی یہ معنی ممکن نہیں۔ اس لیے کہ آپ دیوبندی مرتد ہیں اور میں سنی ہوں اور سنی سے دیوبندی مرتد کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ پھر یہ معنی کیسے مراد ہوسکتے ہیں برخلاف اس کے خصم بمعنی مدمقابل ہونے پر قرینہ ظاہر ہے کہ یہ میدان مناظرہ ہے۔ اور ''مناظرہ رشیدیہ'' دیکھ لو۔ اس میں خصم بمعنی مدمقابل مستعمل ہے۔ مناظرہ کے درمیان یہ لفظ بولنا اس بات پر قرینہ ہے اس سے مراد مدمقابل ہی ہے۔ اس روشن صفائی کے بعد بھی منظور اڑا رہا کہ جب تک یہ لفظ واپس نہ لیں گے مناظرہ نہیں ہوگا۔ چوں کہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ فریقین ایک دوسرے کے خلاف دل خراش بات نہیں کہیں گے۔ اس لیے حکام نے شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ سے عرض کیا کہ اب مجبوری ہے کہ آپ کے حریف یہ کہتے ہیں کہ اس میں میری توہین ہے اور جب تک آپ یہ لفظ واپس نہ لیں گے ہم مناظرہ کی اجازت نہ دیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ آپ کا فریق اس سے چڑھ گیا ہے۔ حضرت نے ہر چند حکام کو سمجھانا چاہا۔ مگر انھوں نے بھی کہا کہ ہم مناظر نہیں، جو مناظر ہے وہ اگر مان لے کہ اس میں میری توہین نہیں تو ہمیں کوئی عذر نہ ہوگا۔ ورنہ ہم

مناظرہ بند کردیں گے۔ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کو مناظرہ کرنا مقصود تھا اس لیے آپ نے یہ کہہ کر کہ اگر چہ اس میں کوئی توہین ہمارے مدمقابل کی نہیں ہے۔ مگر جب وہ اڑ گئے ہیں اور ان کی ضد نہ پوری کی گئی تو مناظرہ نہ ہو سکے گا اور مجھے مقصود ہے مناظرہ کرنا۔ اس لیے مناظرہ جاری رکھنے کے لیے اور مد مقابل پر وار کا دروازہ بند کرنے کے لیے یہ لفظ واپس لیتا ہوں۔

گیا کا یہ مشہور مناظرہ ''تحذیر الناس'' کی عبارت پر ہوا تھا۔

سوائے اس ایک مناظرہ کے اس عبارت پر کوئی دوسرا مناظرہ کبھی نہیں ہوا۔ منظور کی یہ عادت تھی کہ ہر مناظرہ میں لہک لہک کر اس عبارت پر مناظرہ کے لیے آمادہ ہوتا تھا۔ چوں کہ اس کے پاس اس عبارت کی تاویلات باطلہ کی تائیدات تین پشت کی جمع کردہ موجود تھیں، وہ ان پر نازاں تھا کہ اس کے جوابات کوئی سنی عالم اچانک نہیں دے سکتا۔ لیکن جب گیا میں اس کی ساری پونجی کے پرخچے اڑ گئے تو حیران رہ گیا۔ اور اپنی آبرو بچانے کے لیے چوری کرالی۔

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے کئی بار بہت حسرت کے ساتھ فرمایا کاش کہ وہ روداد چھپ جاتی تو دنیا دیکھ لیتی کہ دیو بندی کتنی کیّا دا ور آنکھ میں دھول جھونکنے کے فن میں ماہر ہیں۔ فرمایا کرتے کہ منظور نے اول سے آخر تک اس پر زور دیا تھا کہ قاسم نانوتوی ختم نبوت کا انکار نہیں کرتا۔ بلکہ ''خاتم النبین'' کے معنی ''آخرالنبیین'' نہیں مانتا بلکہ

خاتمیت ذاتی مراد لیتا ہے۔لیکن جب میں نے ''ہدایۃ المہدیین'' مصنفہ مولوی محمد شفیع دیو بندی کی ہی عبارت پیش کی ''ان اللغت العربیة حاکمة بان معنی خاتم النبیین فی الآیة اٰخر النبیین'' (صفحہ ۲۱) یعنی عربی لغت اس پر حاکم ہے کہ آیت کریمہ میں ''خاتم النبیین'' کے معنی آخر النبیین کے ہیں ۔ اور پھر صفحہ ۴۵ کی ''تفسیر روح المعانی'' سے عبارت ''اجمعت علیه الامةفیکفر مدعی خلافه و یقتل ان امرا'' اس پر امت کا اجماع ہے جو اس کے خلاف دعوی کرے کافر ہے اور اسی پر اڑا رہے تو قتل کیا جائے گا۔تو غریب منظور میری تحریر کو ہاتھ میں لیکر اس بے کسی کے ساتھ مجھے دیکھا کہ اگر معاملہ کفر و اسلام کا نہ ہوتا تو مجھے ضرور ترس آجاتا۔اور اس وقت میں نے منظور سے کہا اب بھی مان لو اور اعلی حضرت قدس سرہ کے فرمانے سے نہ سہی اپنی مادر علم کے سہی اسے قبول کرلو کہ یہ کفری عبارت ہے۔مگر علماء کا یہ ارشاد کیسے ہوسکتا ہے کہ گستاخ رسول علیہ السلام کے لیے توبہ نہیں ۔محبوب رب العالمین کا یہ فرمانا کیسے بدل سکتا ہے۔''ثم لا یعودون''۔

نجی مجالس میں استفسارات پر برجستہ ایسے ایسے دقیق علمی مسائل بیان فرماتے کہ علما انگشت بدنداں رہ جاتے ۔حج سے واپسی کے بعد بیان میں فرمایا کہ جس جہاز میں میں جا رہا تھا اسی سے دیو بندی ملوں کا بھی ایک قافلہ جا رہا تھا۔فرماتے تھے کہ مجھے خبر نہ تھی کہ سب اسی جہاز پر

ہیں۔ایک دن منظور سنبھلی میرے پاس آیا اور اس نے سلام کیا۔ میں ابتدا اسے پہچانا نہیں، اس کی ہیت پہلے سے بہت بدل گئی ہے۔ میں نے کہا دولت خانہ کہاں ہے۔تو اس نے ہنس کر کہا آپ اتنی جلدی مجھے بھول گئے ہیں، میں منظور سنبھلی ہوں اگر اجازت ہوتو بیٹھ جاؤں اور میرے بستر پر بیٹھنے کے لیے بڑھا، میں نے فوراً روک دیا کہ تم گستاخ رسول ہو، میرے بستر پر نہیں بیٹھ سکتے ۔اس نے بڑی لجاجت سے کہا آپ کا دل ابھی ہم لوگوں کی طرف سے صاف نہیں ہوا۔تو میں نے جواب دیا کہ ہماری اور تمہاری لڑائی کوئی دنیاوی نہیں ۔تم لوگ ان کفری عبارتوں سے توبہ کرلو، تو میں سر آنکھوں پر بیٹھانے کے لیے تیار ہوں ۔اس پر اس نے کہا کہ آپ جہاز میں بھی مناظرہ کے موڈ میں ہیں۔ میں اس وقت مناظرہ کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ ایک اشکال لے کر آیا ہوں۔ اس کا جواب دیجیے۔ شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے فرمایا تمہاری جماعت میں کون کون ہیں؟ تو اس پر اس نے بتایا کہ فلاں فلاں ہیں ۔ پھر دریافت فرمایا کہ یہ اشکال ان سے کیوں نہیں حل کرالیا۔تو اس نے بڑی سادگی سے کہا کہ ہم لوگ دو دن سے الجھے ہوئے ہیں۔اور جواب سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ آپ بھی اسی جہاز میں ہیں اس لیے حاضر ہوا ہوں۔کم از کم اشکال تو سن لیجیے جواب چاہے دیں یا نہ دیں۔شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ نے فرمایا۔اگر چہ مرتد ہونے کی وجہ

سے تم اس کے اہل نہیں کہ تمہیں کوئی مسئلہ بتایا جائے۔ مگر میں ان شاء اللہ عزوجل جواب اس لیے دوں گا کہ کہیں تم اس سے عجز نہ جانو۔

اس پر منظور نے مندرجہ ذیل اشکال پیش کیا۔ فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ دینیات میں کافر کا قول معتبر نہیں ۔ اور یہاں جہاز میں جب جہاز محاذات یلملم میں پہونچنے والا ہوتا ہے، تو کپتان کے حکم سے ہارن بجتا ہے۔ کپتان کافر ہے اور احرام باندھنا ایک دینی حکم ہے اس دینی امر میں کافر کے اخبار سے کیوں احرام باندھنا واجب ہوتا ہے۔ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے فرمایا بس اتنی سی بات کے لیے تم چھوٹے بڑے سب پریشان تھے۔ یہاں تم لوگوں کو اشتباہ لگا ہے۔ دو باتیں الگ الگ ہیں۔ کہ ایک دینی بات ہے اور ایک دنیاوی بات ہے۔ ہمیں احرام کہاں سے باندھنا واجب ہے، یہ دینی بات ہے اور یلملم کہاں ہے یہ دنیوی بات ہے۔ پہلی بات کہ احرام محاذات یلملم سے باندھنا واجب ہے، یہ حدیث سے معلوم ہوئی ہے کپتان کے اعلان سے نہیں ۔ دوسری بات یہ کہ یلملم کہاں ہے اور اب آ گیا یہ کپتان کے اعلان سے معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ جغرافیائی بات ہے، دینی نہیں ،تو جو بات دینی ہے، وہ کپتان کے اعلان سے نہیں معلوم اور کپتان کے اعلان سے یلملم کے مخاذات میں پہونچنا معلوم ہوا، یہ دینی نہیں دنیاوی ہے۔ مگر منظور اکڑ و بیٹھ گیا تھا۔ بڑے غور سے جواب سن رہا تھا اور پھر

شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ ان واقعات کو کبھی تنہائیوں میں سوچتا ہوں تو بے ساختہ زبان پر جاری ہو جاتا ہے ؎

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ کی ذات گرامی سے وابستہ اس قسم کے ہزار ہا لطائف علمیہ اور دقائق حلمیہ ہیں ۔ کس کس کو دیکھا جائے اور کس کس کو چھوڑا جائے۔ اس لذیذ ولطیف ومفید سلسلہ کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

داماں نگہ تنگ گل حسن تو بسیار

گل چیں تو از تنگی داماں گلہ دار

وہابی خصوصاً اپنے عقائد کفریہ سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کے لیے دسیسہ کاریاں کرتے ہیں۔ اس میں ایک یہ ہے کہ علما اہل سنت کی علالت و وفات کے سلسلہ میں غازی، شہیدوں کی طرف سیکڑوں واقعات گڑھ کر پھیلاتے اور اپنے جاہلوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ سب خدا کا عذاب ہے، جو علما دیو بند کو کافر کہنے کی وجہ سے علما اہل سنت پر نازل ہوا ہے۔ اس خصوص میں حضور شیر بیشہ اہل سنت کو سب سے زیادہ نشانہ بنایا اور حضرت کے وصال کے سلسلہ میں ایسی ایسی جھوٹی منگھڑت داستانیں پھیلائیں کہ ابلیس بھی ان کو اپنا استاد مان گیا ہوگا۔ حد یہ ہے کہ ان کذابوں نے یہ تک مشہور کر دیا کہ العیاذ باللہ تعالیٰ حضرت کی زبان مبارک کاٹ کے نکال لی گئی۔ جب جھوٹ بولنا ہی ہے، تو آدمی جھوٹا کیوں، ایسی بولے کہ آل ورلڈ مقابلہ میں نوبل پرائز تو ملے۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ ان کذابوں مفتریوں کا ہاتھ پکڑ کر یہ کہا جائے

"فنجعل لعنت الله علی الکاذبین" بے دینوں بد مذہبوں اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی اولیا کرام کی شان میں گستاخیوں کی نوایجاد روش نہیں، یہ ان کے اگلوں سے انہیں ورثہ میں ملی ہے۔ اس خصوص میں ان سے خطاب ہی بے کار مگر ہم صرف اہل سنت کے اطمینان خاطر کے لیے حضرت کی علالت کا چشم دید حال یا متواتر روات کے ذریعہ سنا ہوا حال درج کرتے ہیں۔

حضرت کے سال وصال میں یہ خادم بریلی شریف حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کی کفش برداری میں حاضر رہتا تھا۔ حضرت شیر بیشہ اہل سنت قدس سرہ العزیز بغرض علاج بریلی شریف تشریف لاے اور حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ ہی کے دولت سرا پر قیام فرمایا۔ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا مزاج پرسی کی تو فرمایا کہ میں اچھا ہوں، حلق میں کچھ تکلیف ہے۔ میں نے چہرۂ اقدس پر کچھ نقاہت دیکھی، بلا تکلف کلام فرماتے۔ سوائے ضعف کے جسم پر کہیں کوئی مرض کا نشان نہ تھا۔ پیلی بھیت سے بریلی شریف روزانہ بیسوں آدمی آتے جاتے رہتے اور روز کی خبر ملتی رہتی۔ بریلی شریف میں ایک روز قیام رہا اور تسلی بخش علاج کی کوئی صورت نہ تھی، تو پیلی بھیت شریف تشریف لے گیے، اور وہیں مقامی علاج فرماتے رہے۔ اچانک ایک آدمی پیلی بھیت سے بریلی شریف آیا۔ تقریبا دس بج کر بیس منٹ پر انتقال ہوا۔ حضرت مفتی اعظم ہند برکاتہم العالیہ اور مدرسے کے مدرسین اور اکثر طلبہ پیلی بھیت پہونچے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مزاج میں کوئی پریشان کن تبدیلی نہیں ہوئی ہے، بلکہ آج ہر دن سے زیادہ ہشاش بشاش تھے۔ کل دوا یہ کہہ کر چھوڑ دی کہ کب تک

کھلاتے رہو گے۔ وصال کے تھوڑی دیر پہلے علاقہ کاٹھیاواڑ کے سیٹھ جناب عبد الرزاق حبیب موسی صاحب داخل سلسلہ کیا۔ اور دس بجے خود بخود قبلہ رخ ہو گیے ۔ جو لوگ سامنے تھے ان کو ہٹا دیا اور کچھ پڑھنے لگے پڑھتے پڑھتے گردن ڈھلک گئی، پتلیاں چڑھ گئیں ۔نبض دیکھی گئی تو غائب تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ان کذاب، اشرار، مفتریوں سے کوئی پوچھے کہ اگر تم جو کہتے ہو یہ صحیح ہوتا موصوف کو داخل سلسلہ کیسے فرمایا، پڑھتے کیسے رہے اخیر وقت تک کلام کیسے فرماتے رہے۔ یہ ضرور ہے کہ حلق میں تکلیف تھی اوراسی تکلیف کا امتداد بظاہر سبب وصال ہوا۔

یہ تکلیف کیسے پیدا ہوئی، یہ ایک الگ بحث ہے۔ اس میں انہیں دیوبندی دشمنان دین کی سازش تھی ۔ بارہ بنکی ضلع رسولی کے مناظرہ میں دیوبندی شکست فاش کھا کر بوکھلا گیے ۔ اور وہ مشتعل ہو کر ایک بے ایمان تقیہ کر کے سنی اور حضرت کا جاں نثار بنا۔ اس نے پان میں زہر دے دیا۔ حالانکہ اس سے پیش تر کئی مرتبہ زہر دیا گیا۔ مگر نتیجہ لاحاصل رہا چوں کہ بتقدیر الٰہی ازل سے ہی مقدر ہو چکا تھا کہ آپ کی شہادت زہر ہی سے ہو۔ وہ وقت آیا اور ہونے والی بات ہو کر رہی۔ حضرت کی حس بہت قوی تھی ،فوراً محسوس ہوا۔ پان تھوک دیا۔ مگر اس زہر نے اپنا کام حلق اور حنجرہ پر کیا، اور غدود میں ورم پیدا ہو گیا۔ حضرت نزلہ حارہ کے مریض تھے ۔ ان دنوں نزلہ کا بھی اثر تھا اس نے ورم کو بڑھا دیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ مرض پر قابو نہ پایا گیا۔ اور بالآخر یہی سبب وصال ہوا۔ کیوں نہ ہو آپ اپنے اصل کے پرتو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ تھے۔ وہاں بھی غار ثور کے زہر کا اثر سال میں ایک مرتبہ عود کرتا تھا۔ اور وہی زہر سبب وصال اقدس

بھی ہوا۔ کیوں کہ خلیفہ اول رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی ازل ہی سے شہادت مقدر ہو چکی تھی۔ اب وہابی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے زہر نہیں دیا۔ مگر اس سبوح قدوس پر جھوٹ وتہمت باندھنے والے کذابوں کی قسم کا کیا اعتبار۔ فرض کیجئے کہ یہ صحیح نہ ہو کہ ان ظالموں نے زہر دیا اور منجاب اللہ تعالی یہ مرض پیدا ہو گیا۔ تو یہ خدا کا عذاب اور دیوبندی ملوں کو کافر کہنے کی سزا کیسے ہے۔ اگر حلق میں تکلیف ہو جانا سزا ہے تو دیوبندی اپنے مجاہد ملت حفظ الرحمٰن سیوہاروی کو کیا کہیں گے۔ جو حلق کے کینسر میں مہینوں گرفتار رہا۔ ہر ممکن علاج کیا، امریکہ تک گیا، مگر کینسر کو نہ جانا تھا نہ گیا اور اسی حلق کے کینسر میں شدید اذیت اور انتہائی تکلیف پہونچا کر اس کی جان لی۔ اگر یہ صحیح ہے، کینسر بدگوئی کی سزا ہے، تو بولو حفظ الرحمٰن کو علما اہل سنت پر سب وشتم اور مسلمانوں کی عزت وآبرو ریزی کرنے کی سزا کینسر تھا یا نہیں؟۔ بولو! کیوں نہیں بولتے!!۔ کیوں مبہوت ہو!!! کیوں چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں! کیوں پسینہ آرہا ہے!! کیوں زبان گنگ ہے!!! کیوں مونہوں پر مہر لگ گئی ہے!۔ اگر سچے ہو! تو بولو!! اور ضرور بولو!!! کہ حفظ الرحمٰن ناظم جمیعۃ العلما کے گلے کا کینسر خدائے جبار قہار کا عذاب تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ غدر وکید کی سزا تھی۔ ایک حفظ الرحمٰن کی کیا تخصیص تمہارا کون مولوی ہے، جو انتہائی اذیت ناک اور شدید تکلیف دہ مرض میں مبتلا نہیں ہوا۔ بطور نمونہ۔ تمہارے سب سے بڑے قطب الارشاد، مربی خلائق رحمۃ للعلمین گنگوہی کی ایک بیماری ان کے عاشق کے زبانی سنو "تذکرۃ الرشید جلد اول میں ہے":

"خارش جس کی ابتدا مکہ معظّمہ میں ہو چکی تھی دن بدن رو

بترقی تھی ۔ اول خشک تھی اب تر ہوگئی، ابتداً معمولی تھی ،اب اس وقت ہولناک بن گئی تھی ۔اسی حالت میں آپ ایک جہاز میں سوار ہو گئے ۔ جہاز پر سوار ہونا تھا گویا بھونس میں آگ کا لگنا ۔ دفعۃً بخار چڑھا اور اتنا شدید ہوا کہ سرسام ہوگیا۔کامل تین دن تک اس درجہ بے ہوش کہ دنیا اور مافیہا سے غافل رہیکہ اپنے تن بدن کی بھی مطلق خبر نہ رہی دست جاری ہوے اور اتنی تعداد میں کہ گنتی اور شمار دشوار‘‘(جلدا صفحہ ۲۰۸)چند سطر بعد ہے’’آپ فرماتے ہیں ایسا حقیقی بھائی نہیں کرسکتا جیسا ابو النصر نے میرے ساتھ کیا۔مثل مادر مشفقہ اپنی گود میں لے کر پاخانہ پیشاب کراتے تھے۔ مولوی ابو نصر کے کپڑے ہمیشہ خارش کے پیپ اور لہو میں بھر جاتے۔اور اکثر پاخانہ پیشاب میں ملوث ہوتے تھے‘‘۔

چند سطر بعد ہے:

’’چوتھے دن تو پیشاب ایسا سرخ گویا خالص خون ہے۔ آنکھیں کھلیں تو اس درجہ لال کہ گویا بنات سرخ کے ٹکڑے ہیں۔ رقیق دستوں کے کثرت کا یہ عالم تھا کہ تین لحاف بچھونوں کا یکے بعد دیگرے استنجا میں ختم ہو گیا۔ پیشاب میں اس درجہ تعفن اور شوریت تھی جس کپڑے پر پڑا اس کو بدبودار بنا کر تیزاب کا کام کیا اور جلا کر راکھ بنا دیا ‘‘،ملخصاً(جلدا صفحہ ۲۰۹)

دیوبندی اپنے اس مربی خلائق کے اس بیماری کی مختصر کیفیت دیکھیں ۔

العیاذ باللہ تعالی اندرونی فساد پہلے خارش بن کر ظاہر ہوا اور جب راستہ کھل گیا تو دیگر فاسد مادے نکلنا شروع ہوئے تو بخار سرسام اور اسہال، پیشاب ہرطرح نکلے اور اس تسلسل کے ساتھ کہ پورے جسم سے لہو اور پیپ رس رہا ہے، اور مخرج مقعد سے دست پر دست برساتی گندے نالے کی طرح ابل رہا ہے پیشاب آرہا ہے تو اتنا بد بودار کہ معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب نہیں جہنم حمیم غساق ہے۔ دیوبندیو بولو! یہ کیا ہے ؟عذاب ہے یا انعام؟ سزا ہے یا اکرام ایسی گندی گھنونی بیماری سے بحمدہ اللہ تعالی علمائے اہل سنت ہمیشہ محفوظ رہے۔ مگر اگرچہ یہ ہمارا اعتقاد نہیں کہ دنیا دارالجزا ہے ، یہاں کے مصائب اعمال وعقائد سو کی سزا ہیں۔

مگر جب یہ تمہارا اعتقاد ہے کہ دنیا ہی دارالجزاء ہے اور یہاں کی بیماری اور تکالیف اعمال کا بدلہ ہے، تو تمہیں کہنا پڑے گا اور ضرور کہنا پڑے گا کہ گنگوہی کی یہ گندی گھنونی بیماری اس گستاخی کی سزا تھی، جو اس نے شان الوہیت میں کذب کا عیب لگا کر کی۔ اور شان رسالت میں شیطان کے علم ناپاک کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم ارفع واعلی سے زیادہ وسیع بتا کر کی۔ اور علمائے اہل سنت وجماعت کثر هم الله تعالی کو گالیاں زندگی بھر بکیں۔ اور اپنے مکر و کید سے مسلمانوں کو گمراہ و بددین بنایا۔

”کذالک العذاب ولعذاب الآخرة أکبر لو کانوا یعلمون“.

قاسم نانوتوی دمہ جیسے اذیت ناک مرض میں برسوں مبتلا ہو کر مرا۔ بارہا کھانسی اٹھتی اور معلوم ہوتا کہ دم نکل گیا۔ جب بد بودار بلغم کھانسی کے پچاسوں جھٹکے کے بعد نکلتا، تو نئی زندگی پاتا۔ پھر وہی کھانسی اٹھتی اور وہی دنیا ہی میں لا یموت ولا یحی کی کش

مکش کے بعد متعفن بلغم باہر آتا، تو جان میں جان آتی۔ اسی اذیت میں تین سال مبتلا رہا۔ قیمتی سے قیمتی دوائیں ہوئیں۔ مگر بقول تمہارے خدا کا یہ عذاب دور نہ ہوا۔ مرنے سے تین چار روز پہلے آواز بند ہوگئی، بے ہوشی طاری ہوگئی، تشنج کے دورے پڑنے لگے۔ اس طرح قسم قسم کے عبرت ناک عوارض میں مبتلا ہوکر اس طرح مرا کہ مرتے وقت کلمہ بھی نصیب نہ ہوا۔ دیکھو دلی کا روزنامہ اخبار ''نئی دنیا'' کا ''مدنی نمبر'' (صفحہ ۴۸)۔

دیوبندیو بولو! اپنے ہی اصول کے مطابق ایمان لاؤ کہ نانوتوی کی یہ اذیت ناک بیماری خدا کا دردناک عذاب اس کفر پر ہے، جو اس نے ختم نبوت کا انکار کر کے کیا ہے۔ بولو! اگر اپنے ملوں کا پاس نہیں، تو بولتے کیوں نہیں؟ ان گستاخان رسول علیہ السلام کی اذیت ناک بیماریاں دوسرے کے لیے عبرت وموعظت نہیں؟۔

تھانوی جی جنہوں نے ''حفظ الایمان'' میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں اور تمام جانوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ کس بیماری میں مرے، کتنے دن بیمار رہے، کیا کیفیت رہی، کسی سے پوچھا؟ ہم سے سنو۔ یہ بھی دستوں کی بیماری میں بڑی ذلت ورسوائی کے ساتھ دنیا سے گیے۔ دستوں کا یہ عالم تھا کہ یکے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا آتا۔ کیوں کہ تھانوی کے اندرونی فاسد مادوں نے یکہ کرلیا تھا اور باہر نکلنے کے لیے بے چین رہے۔ اور تو چل میں آیا، میں چلا تو آ کا آتوں میں شور تھا۔ لنگی پر لنگی بدلی جاتی، بستر پر بستر بدلا جاتا اور بدبو سے کمرے میں رہنا دوبھر۔ اگر بتی اور لوبان کی دھونی ہر وقت سلگتی رہتی، دھوئیں سے کمرا بھرا رہتا مگر ناک نہیں دی جاتی۔ دست نہ تھا جہنم کی سڑانڈ کا نمونہ تھا۔ جو دنیا کی خوشبوؤں پر

غالب تھا۔ بولو دیوبندیو! اب تو اعتراف کرو گے کہ تھانوی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جو توہین کی اس کی سزا بقول تمہارے دنیا ہی میں مل گئی۔ ''**جعلنها نكالا لما بين يديها وما خلفها و موعظة للمتقين**''.

یہی کیا جس دیوبندی مولوی کو دیکھو گندے گھنونے انتہائی اذیت ناک بیماری میں مرا۔ حسین احمد ٹانڈوی یوں مرا کہ کوئی جاں کنی کے وقت پانی دینے والا نہ تھا، کلمہ کی تلقین کرنے والا نہ تھا، کوئی پاؤں سیدھا کرنے والا نہ تھا، منہ بند کرنے والا نہ تھا، رات کو سونے کے لیے لیٹا تو سوتا رہ گیا۔ کیا یہ ان گالیوں کا بدلہ نہیں جو اس نے امام اہل سنت اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کو ''الشہاب الثاقب'' میں دی ہیں اور اس کی کفری سزا نہیں؟ جو اس نے نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی، تھانوی کی کفریات کی حمایت کی ہے۔

تھانوی کا خلیفہ وصی اللہ برسوں فالج میں مبتلا رہ کر لنج پنج ہو کر جہاز میں مرا اور خلاف حکم شریعت دفن میں تاخیر کرنے کی وجہ سے لاش بگڑ گئی، ناک نہیں دی جاتی تھی۔ جدہ کے قریب پہونچ کر بھی اور نجدی حکومت کے اجازت کے باوجود ارض حجاز میں دفن ہونا نصیب نہ ہوا اور سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ العیاذ باللہ تعالی

عبد المؤمن دیوبندی بھی مہینوں کینسر ہی میں مبتلا ہو کر مرا۔ ''الفرقان'' جنوری ، فروری ۱۹۷۰ء (صفحہ ۵۷) بولو اگر ہوش نہ درست ہوا ہو تو اوروں کا حال سناؤں۔

اگر تم نے بات بڑھائی تو بقیہ مولویوں کے مرض اور موت کی تمہاری ہی کتابوں سے وہ کہانی سناؤں گا جو تمہارے ہوش اڑا دے گی اور عقل ٹھکانے لگا دے گی۔ کیا دو مکار اپنے کفری عقائد سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے علمائے اہل سنت کی جانب فرضی

داستان، من گھڑت قصے اور کہانیاں مشہور کر کے اپنے ان پڑھ، جاہلوں کو باور کراتے ہو کہ یہ ہمارے علما کو کافر کہنے کی سزا ہے۔ اور اپنے بڑے بوڑھوں کی گندی گھناؤنی بدبودار، سڑی اذیت ناک بیماریوں کو بھول جاتے ہو۔ اپنے مولویوں کی خود انہیں کی لکھی ہوئی سوانح عمریاں پڑھو۔ تو تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے ملوں کو دنیا ہی میں رب العلمین نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین و گستاخی کا کیسا مزا چکھایا۔ مگر تمہیں عبرت و نصیحت نہ ہوئی نہ ہوگی کہ تم سب کو اپنے ملی اسلاف کا بارگاہ خدا سے یہ تحفہ ملا ہے:

"ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم".

بدمذہب بددینوں کا یہ پرانہ طریقہ ہے کہ علما حقانیین کے دلائل و براہین ردو طرد سے جب عاجز آجاتے ہیں انہیں جسمانی، روحانی اذیتیں پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں اگر کوئی کامیابی ہو جاتی ہے تو چلاتے ہیں کہ دیکھو خدا کا عذاب نازل ہو گیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے روافض کے رد میں اپنی بے مثال کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" تصنیف فرمائی اور اس کے جواب سے ایران وعراق تک کے روافض عاجز آگئے۔ تو انہوں نے اپنا غصہ یوں ٹھنڈا کیا، شاہ عبدالعزیز صاحب نے جس زمانے میں "تحفہ" لکھی تھی، دلی پر نجف علی رافضی تسلط تھا۔ جس نے شاہ ولی اللہ صاحب کے پہونچے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیے تھے۔ تاکہ وہ کتاب یا مضمون نہ لکھ سکیں۔ اور مرزا مظہر جان جاناں صاحب کو شہید کرا دیا تھا۔ اس ظالم کو جب "تحفہ" کی خبر لگی تو اس نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو دو مرتبہ زہر دیا، چھپکلی کا اپٹن ملوا دیا۔ جس سے برص اور جزام

ہو گیا۔ اسی پر بس نہیں کیا، انہیں اور ان کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب کو جلاوطن کر دیا اور حکم دیا کہ انہیں سواری نہ ملنے پائے۔ چنانچہ دلی سے جون پور تک پیدل سخت گرمی میں سفر کیا، راستے میں لو لگ گئی جس کے اثر سے بدن میں سخت حدت پیدا ہو گئی۔ بالآخر جوانی ہی میں آنکھیں جاتی رہیں۔ دیوبندیو! اگر میری بات کا یقین نہ ہو، تو اٹھا کے دیکھو اپنی کتاب ''ارواح ثلثہ'' صفحہ ۳۳۔ جب ظالم نجف علی کو اپنی دسیسہ کاری میں کامیابی ہوئی تو روافض کے پورے طبقہ میں مشہور کر دیا کہ ہمارے مذہب کے رد کرنے کا انجام دیکھو، کیسے قہر خداوندی میں مبتلا ہوئے۔ صحت گئی، آنکھیں گئیں، برص و جزام جیسی بیماریاں ہو گئیں، اسے اپنی حقانیت کی دلیل بنایا اور پوری دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا۔

یہی حال رافضیوں کے بھائی وہابیوں کا ہے کہ انہوں نے حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کو زہر دیا۔ اور جب زہر نے کام کر دیا تو گاؤں گاؤں میں یہ مشہور کر دیا کہ دیکھو ہمارے ملوں کا کافر کہنے کی یہ سزا ملی۔ پھر اس میں دس جھوٹ ملا کر '' تشابهت قلوبهم قد بين الآيت لقوم يو قنون''.

تمام اہل سنت کی طمانیت خاطر کے لیے آخیر میں یہ عرض داشت کرتے ہیں کہ اولاً تو وہابیہ نے حضرت شیر بیشہ اہل سنت قدس سرہ کی علالت کو جس کذب آمیزی کے ساتھ مشہور کیا ہے، وہ سراسر بے بنیاد ہے۔ حلق میں ضرور تکلیف تھی، مگر اس کی بنیاد وہابیہ کی زہر خوردنی تھی اور نزلہ حارہ کی وجہ سے اس میں اشتداد پیدا ہو گیا تھا، وہ بھی اس حد تک نہیں کہ بہت زیادہ اذیت کرب اضطراب کا سبب ہو۔ کھانے میں معمولی تکلیف ہوتی تھی۔ آسانی کے ساتھ کلام فرماتے، اوراد و وظائف نماز حسب معمول ادا فرماتے

۔اخیر وقت تک کلمہ شریف پڑھتے ہوئے جوار رحمت میں جا بسے ؎

نشان مرد مومن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

جوں دنیا میں آیا ہے، اسے جانا ہے اور جانے کا بہانہ ہوتا ہے۔کون ہے، جو بیماری سے محفوظ ہوتا ہے۔ ہر انسان بیمار ہوتا ہے اور عموما سخت بیماری ہی موت کا سبب بنتی ہے۔کسی بیماری کو خدا کا عذاب کہنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔احادیث میں بیماری کے فضائل وثواب بکثرت مذکور ہیں۔جس کا جی چاہے کتب حدیث کا مطالعہ کرے۔خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ترین بخار ہوا۔اور یہی وصال شریف کا سبب ظاہر بنا۔کسی بیماری پر طعن کرنا کفار ومشرکین کو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر طعن کی دعوت دینا ہے۔لیکن وہابیہ دیوبندیہ کو اس کی کیا پرواہ۔وہ جب خود طعن کرتے ہیں تو کیوں نہ ایسی فضا قائم کریں کہ دوسرے ان کے ہم نوا ہو کر وہی کریں جو ان کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہے۔العیاذ باللہ

اہل سنت ان تمام باتوں پر دھیان نہ دیں،مولی تعالی ہم سب کو تمام کفار و مشرکین ،مرتدین خصوصا وہابیہ دیوبندیہ ملاعنہ کے شر و فساد سے محفوظ رکھے۔

آمین...... آمین...... یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین و علی آلہ وصحبہ اجمعین ، برحمتک یا ارحم الراحمین.

حضور شیر بیشۂ اہل سنت......ایک تجزیاتی مطالعہ

از قلم: مولانا محمد حسن قادری رضوی میلسی بریلوی

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت امام المناظرین غیظ المنافقین علامہ ابو الفتح مولانا عبید الرضا حافظ قاری الحاج شاہ محمد حشمت علی صاحب قبلہ قادری رضوی لکھنوی (قدس سرہ العزیز) دنیاے اہل سنت میں ایک نہایت ممتاز مقام، نمایاں حیثیت رکھتے ہیں آپ بیک وقت ایک نہایت کامیاب مناظر، مقبول خاص و عام مقرر و خطیب، جید عالم و فاضل بلند پایہ مفتی و مدرس اور بہترین ادیب و مصنف اور اعلیٰ درجہ کے نعت گو شاعر ہیں وہ ہمت و جراءت و استقامت اور دلیری میں اپنی مثال آپ تھے فتح آپ کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی آپ کو بفضلہٖ تعالیٰ ہر میدان میں فتح و نصرت نصیب ہوئی وہ صحیح معنوں میں ''ابو الفتح'' تھے آپ بکثرت مناظروں میں شریک اور متعدد مقدمات میں ماخوذ ہوئے، لیکن ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی اور آپ ہر میدان میں اور عدالت میں ظفر مند ہوئے اور ہر میدان و عدالت میں عظمت و ناموس رسالت کا اور سنیت کی حقانیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی عظمت کا پرچم بلند فرماتے رہے، آپ کی آمد کی خبر اور نعرہ حق کی گونج سے دشمنان دین کفار و مرتدین مخالفین اہل سنت کے بڑے بڑے مایہ ناز علما اور مناظرین کے دل دہل جاتے تھے اور بسا اوقات وہ مناظرہ گاہ میں پہونچنے کے بعد یا آپ کا سامنا کیے بغیر ہی راہ فرار اختیار کر لیتے اور آپ کے علمی و تحقیقی دلائل کے سامنے دم نہ مار سکتے تھے ایسے موقعوں پر آپ تحدیث نعمت کے طور پر اکثر اپنی نعت کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

سگ ہوں میں عبید رضوی غوث و رضا کا

آگے سے مرے بھاگتے ہیں شیر ببر بھی

جب آپ عشق و محبت مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سرشار ہوکر والہانہ انداز میں تقریر فرماتے اور اپنے مرشد برحق سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا کلام بلاغت نظام عرش احتشام ؎

زمین وزماں تمھارے لیے مکین ومکاں تمھارے لیے

چنیں وچناں تمھارے لیے بنے دوجہاں تمھارے لیے

جھوم جھوم کر پڑھتے تو مجمع تڑپ اٹھتا اور ہر طرف سے داد وتحسین وآفریں کی صدائیں آتیں اور تکبیر ورسالت وغوثیت ومسلک اعلیٰ حضرت کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھتی اور بقول مولانا ابوالنور محمد بشیر مدیر **"ماہ طیبہ"** ؎

فلک سے سننے آتے تھے ملائک داستاں ان کی

ابتدائی حالات

شیر بیشۂ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت مولانا محمد حشمت علی صاحب قادری رضوی (علیہ الرحمۃ والرضوان) کی ولادت جناب مولوی نواب علی صاحب کے یہاں ۱۳۱۹ھ میں ہوئی آپ **"سگ بارگہ بغداد"** (۱۳۱۹ھ) کے جملہ سے اپنا سن ولادت بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اسد السنہ مجاہد ملت مفتی قاری محمد محبوب علی صاحب قادری رضوی (علیہ الرحمۃ والرضوان) خطیب مدن پورہ بمبئی آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کے والدین نے بچپن ہی سے ان حضرات کو دینی تعلیم کی طرف راغب کر دیا تھا، حضرت شیر

بیشۂ سنت مظہر اعلیٰ حضرت نے صرف دس سال کی عمر شریف میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا، بارہ سال کی عمر میں قراءت کی سند بروایت حفص حاصل کی اور تیرہ برس کی عمر شریف میں سند قراءت سبعہ اور چودہ سال کی عمر میں سند عشرہ حاصل کی اور ابتداءً بعض بدعقیدہ علما سے کچھ پڑھا، مگر شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ نوری رضوی (قدس سرہ) کی برکت سے اس سے نجات مل گئی اور دار العلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مولانا محمد امجد علی صاحب قبلہ اعظمی رضوی مصنف بہار شریعت و حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا علامہ محمد حامد رضا خاں صاحب (قدس سرہما) اور بعض اسباق خود سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت (قدس سرہ العزیز) سے پڑھے اور دار العلوم منظر اسلام میں تعلیم مکمل فرمائی اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت (رضی اللّٰہ عنہ) کے سال وصال ۱۳۴۰ھ میں آپ جملہ علوم وفنون سے فارغ التحصیل ہوئے۔

دستار بندی

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) کی دستار بندی وجبہ پوشی، سیدنا حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب (قدس سرہ) وسیدی صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب قبلہ (علیہ الرحمہ) وحضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حضور مفتی اعظم ہند شیخ العلماء مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب قبلہ علیہم الرحمۃ والرضوان) سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے مبارک ہاتھوں سے ۱۳۴۰ھ میں ہوئی، اسی سال اعلیٰ حضرت (رضی اللّٰہ عنہ) کا وصال مبارک ہوا، مگر فتویٰ نویسی کا کام آپ نے اعلیٰ حضرت کی حیات مبارکہ میں ہی خود

حضور پرنور سے شروع فرما دیا تھا۔

شرف بیعت

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) کو شرف بیعت امام وقت مجدد مآۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (رضی اللّٰہ عنہ) سے حاصل ہے اور انھیں کی خدمت بابرکت میں رہ کر اپنے قلب کو نور ایمان سے منور فرمایا اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے زمانہ طالب علمی میں آپ اکثر اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کی بارگاہ میں حاضر رہتے اعلیٰ حضرت (علیہ الرحمہ) بھی آپ پر خاص شفقت فرماتے اور آپ کو اپنی عنایات سے نوازتے ۱۳۳۹ھ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ (قدس سرہ) نے آپ کو ''ولدی المرافق و غیظ المنافق'' کے خطاب سے مشرف فرمایا اعلی حضرت جیسی عظیم شخصیت کے دربار میں حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے اس مقام وقرب سے ہی آپ کی عظمت وشان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

خلافت واجازت

سند فراغت و دستار فضیلت کے بعد حجۃ الاسلام امام الاولیاء مولانا شاہ حامد رضا خاں قادری نوری صاحب وسیدی صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رضوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم صاحب قبلہ سجادہ نشین بریلی شریف نے آپ کو اپنی اجازتوں اور خلافتوں سے سرفراز فرمایا۔ حضرت حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ (علیہ الرحمہ) کے خلف اکبر حضرت مفسر اعظم ہند علامہ مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خاں صاحب جیلانی میاں (قدس سرہ) کا

بیان ہے۔اباجی (علیہ الرحمہ) فرمایا کرتے تھے،اللہ تعالیٰ نے مجھے دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ایک مولانا سردار احمد صاحب اور ایک مولانا حشمت علی صاحب اور یہ سیدنا امام حجۃ الاسلام (علیہ الرحمہ) کی نگاہ مبارک کا اثر ہے کہ دونوں ہی ہم ذوق و ہم مزاج سخت متصلب اور جذبہ تبلیغ سنیت سے سرشار تھے۔

پہلا مناظرہ

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی صاحب (علیہ الرحمہ) کی طبیعت مناظرانہ تھی جب بھی موقع ملتا آپ شیر ببر بن کر گرجتے اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل فرماتے سیدنا اعلیٰ حضرت بھی آپ کے اس جوہر درخشاں کو پہچانتے اور قدر و عزت افزائی فرماتے ۱۳۳۸ھ کا واقعہ ہے، کہ ہلدوانی میں ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا، جس میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے مولوی یاسین خام سرائی خلیفہ تھانوی سے مناظرہ و مقابلہ کے لیے شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) کا انتخاب فرمایا، اس وقت حضرت مولانا کی عمر صرف ۱۹/سال تھی اور اہل سنت کی طرف سے آپ تنہا مناظر تھے، اس کے باوجود آپ نے سرد و گرم چشیدہ مولوی یاسین خام سرائی کو "حفظ الایمان" کی کفری عبارت پر مناظرہ کر کے ساکت و صامت کر دیا (جب کہ مولوی یسٰین۔ خام سرائی کی عمر اس وقت ۸۰/برس تھی۔) اور مسئلہ علم غیب پر وہ مبہوت ہو کر رہ گیا، زمانہ طالب علمی ہی میں یہ آپ کا پہلا مناظرہ تھا جس میں آپ نے بے مثال فتح و کامیابی حاصل کی جب سیدنا اعلی حضرت (قدس سرہ) نے اس مناظرہ کی روداد سنی تو بہت خوش ہوئے اور آپ کو اپنے سینہ مبارکہ سے لگایا، بے شمار

دعاؤں سے نوازا ''ابوالفتح'' کی کنیت عطا کی اور فرمایا کہ آپ ''ابوالفتح'' ہیں نیز اپنا عمامہ شریف اور انگرکھا مبارکہ عنایت فرمایا پانچ روپیہ نقد انعام عطا فرمایا پانچ روپیہ مہینہ وظیفہ مقرر فرمایا اوراس طرح عزت افزائی فرما کر سر بلندی عطا فرمائی چنانچہ اعلیٰ حضرت ہی کا یہ فیضان نظراور آپ کی عطا کردہ کنیت ''ابوالفتح'' کا اثر تھا کہ آپ ہر جگہ اور ہر موقعہ پر ہمیشہ فتح منداور سر بلند رہے، موافقین اور مخالفین نے بارہا آپ کی فتح مندی اور کامرانی کے جلوے اور مظاہرے اپنی آنکھوں سے دیکھے آپ نے ہندوستان بھر کے گوشہ گوشہ میں مذہب اہل سنت و جماعت کی حقانیت و مسلک اعلی حضرت کے ڈنکے بجائے شاتمان رسول، گستاخان شان نبوت ورسالت کوتہس نہس فرمایا بے دینیت کے پرچم سرنگوں اور بد مذہبیت کے قلعے زمین بوس کیے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بھولے بھٹکوں کو بے دینوں کے دام فریب سے بچایا عقائد باطلہ، نظریات فاسدہ سے توبہ کرائی اورسچا پکا سنی بنایا (**جزائہ اللّٰہ خیرا لجزاء**)

خواب میں اعلیٰ حضرت کی زیارت وبشارت

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب (علیہ الرحمہ) ایک دفعہ وظائف، ذکرواذکار کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوئے اوراعلیٰ حضرت کے بیاض مبارک سے سلسلۂ قادریہ رضویہ کے وظائف واعمال کو کثرت سے پڑھنا شروع فرما دیا خواب میں سرکاراعلیٰ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرمارہے ہیں ''مولانا ابھی ہمیں آپ سے بہت کام لینا ہے ہمارے سلسلہ عالیہ قادریہ کا سب سے بڑا وظیفہ یہ ہے کہ بے دینوں، بد مذہبوں، گستاخوں کا رد کیا جائے

عظمت وشان رسالت کا تحفظ ہمارا سب سے بڑا عمل ہے،، مولانا حشمت علی صاحب جو وقتی طور پر تبلیغ ومناظرہ سے دست بردار ہو گئے تھے، اعلیٰ حضرت کی حسب ہدایت دوبارہ اس میدان میں سرگرم عمل ہو گئے اور احقاقِ حق وابطالِ باطل میں سرگرم ہو گئے اور دشمنان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے برسرِ پیکار رہنے لگے۔

خدمات تدریس

آپ صرف مقرر ومناظر ہی نہ تھے بلکہ مسند علم وتدریس پر ایک کامیاب مدرس اور بے مثال استاذ بھی تھے، چنانچہ تحصیل علم کے بعد متعدد سال دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں مدرس ومفتی رہے، پھر دارالعلوم اہل سنت مدرسۂ مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ اور پادرہ ضلع بڑودہ، میں مدرسہ اہل سنت میں صدر مدرس رہے اور بڑی صلاحیت سے درسی کتب پڑھائیں کچھ عرصہ کے لیے گوجرانوالہ کی مشہور مرکزی جامع مسجد ''زینت المساجد'' میں بھی بطور خطیب ومدرس رہے۔

تاریخی مناظرہ

یوں تو حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے سنبھل، مرادآباد، ادری، اعظم گڑھ، ہلدوانی، سورت، نینی تال، شہر سلطان مظفر نگر، سلانوالی، سرگودہا، جہلم، ملتان شریف، لاہور وغیرہ میں متعدد کامیاب مناظرے فرمائے لیکن راندیر وسورت کا مناظرہ کئی لحاظ سے اہم وبے مثال ہے راندیر کے مناظرے میں مخالفین اہل سنت کی طرف سے ان کے مایہ ناز عالم مولوی محمد حسین مناظر تھے، جس کو اپنی عربی دانی پر بڑا ناز تھا اور وہ

خود کو درسیات کا ماہر و حافظ کہتا تھا، شیر رضا کے سامنے اس کی عربی دانی خاک میں مل گئی اور درسیات میں مہارت کے دعاوی غبار راہ بن کر اڑ گئے، مولوی محمد حسین راندیری کو ذلت آمیز شکست سے دو چار ہونا پڑا، اہل سنت کی طرف سے اس فتح مبین کی خوشی میں عظیم الشان جلسہ تہنیت منعقد ہوا، جس میں گجرات کے علمائے اہل سنت نے آپ کو ''شیر بیشۂ اہل سنت'' کا خطاب دیا جو اتنا مشہور ہوا کہ بمنزلہ علم ہو گیا۔

یادگار مناظرہ

مولوی منظور سنبھلی کے ساتھ ادری اعظم گڑھ میں ہوا، جس میں مولوی منظور سنبھلی کے پشت پر ڈیڑھ سو (۱۵۰) دیوبندی، وہابی، غیر مقلد سوار تھے، دیوبندیوں کو ذلت آمیز شکست کے بعد پولیس کی مدد سے جان بچانی پڑی اور راہ فرار اختیار کی جس کی مفصل روداد بھی قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

بمبئی میں چاندپوری کا فرار

بمبئی میں مخالفین اہل سنت نے مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاند پوری کو بلوایا اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے خلاف اپنی خرافاتی توپوں کے دہانے کھول دیئے مولوی، مرتضیٰ حسن دربھنگی ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند گوہرافشانی کر رہا تھا:

> ''میں سات (۷) دفعہ بریلی گیا خاں صاحب کے مکان پر جا کر دستک دی کہ مناظرہ کے لیے آؤ مگر خاں صاحب نے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور کوئی جواب نہ دیا''

بمبئی کے اہل سنت نے اس کے جواب کے لیے شیر بیشۂ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت مولانا حشمت علی صاحب کو بلایا مولانا حشمت علی صاحب نے مجمع عام میں علیٰ الاعلان فرمایا:

''اگر در بھنگی چاند پوری یہی بتادے کہ اعلیٰ حضرت کے مکان کا دروازہ کس سمت ہے تو میں اپنی شکست مان لوں گا''

شیر بیشۂ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت ہر رات چیلنج پر چیلنج دیتے رہے، مگر چاند پوری میں اتنی غیرت کہاں تھی جو سامنے آتا، اپنی مدد کے لیے مولوی منظور سنبھلی ''مدیر الفرقان'' کو بلوایا ادھر منظور پہونچا، ادھر سنیوں نے محدث اعظم پاکستان، سلطان المناظرین مولانا ابوالمنظور محمد سردار احمد صاحب کو تار دیا، جو اس وقت بریلی شریف میں صدر المدرسین و شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، محدث اعظم (علیہ الرحمہ) کے تشریف لاتے ہی دیو بندی لوہے ٹھنڈے پڑ گئے، منظور راتوں رات بھاگ گیا، کیوں کہ وہ محدث اعظم پاکستان کے ہاتھوں ایک سال قبل شرمناک شکست سے دوچار ہوا تھا اور وقت مناظرہ سے ایک گھنٹہ قبل میدان مناظرہ سے بھاگ گیا تھا اور اپنی کتابیں، اپنی جوتیاں، اپنی عینک، اپنی چھڑی، اپنی چھتری مناظرہ گاہ میں چھوڑ گیا تھا، جو محدث اعظم پاکستان کے قبضہ میں بطور سند محفوظ تھیں، الغرض ایک ماہ تک بمبئی میں امام المناظرین شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی صاحب اور سلطان المناظرین امام اہل سنت مولانا ابوالمنظور محمد سردار احمد صاحب کی تقاریر ہوتی رہیں اور چاند پوری و سنبھلی کا کہیں پتہ نہ چلا اسی زمانے کی ایک نظم ہے ؎

حق پہ ہیں سردار احمد آشکارا ہو گیا
اہل باطل کی شکستوں کا نظارہ ہو گیا
اب وہابی روتے ہیں ململ گلے اور کہتے ہیں
کیا کریں منظور بھاگا آشکارا ہو گیا

بہرحال اس طرح مرتضی حسن دربھنگی چاندپوری شیر بیشۂ اہل سنت کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور راہ فرار اختیار کر گیا ؎

رضا کے سامنے کی تاب کس میں
فلک وار اس پہ تیرا ظل ہے یا غوث

فیض آباد کا تاریخی مقدمہ

یوں تو حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت (علیہ الرحمہ) پر مخالفین نے متعدد جھوٹے مقدمات کیے اور میدان مناظرہ میں شکست کا بدلہ عدالت میں لینا چاہا، لیکن مولانا محمد حشمت علی صاحب پر ان کے آقا سیدنا امام احمد رضا کا فیضان کرم تھا لہٰذا، یکے بعد دیگران تمام مقدمات میں عدالت نے آپ کا موقف سن کر آپ کو بری کر دیا اور آپ نے عدالت میں ''حسام الحرمین'' کا پرچم بلند فرمایا۔

فیض آباد یوپی کا مقدمہ اپنی نوعیت کا سنگین مقدمہ تھا جو موضع بھدرسہ کے دیوبندیوں، وہابیوں نے اپنے اکابر کی شہ پر شیر بیشۂ اہل سنت کا منہ بند کرنے کے لیے مہابیر پرشاد اگروال مجسٹریٹ درجہ اول شہر فیض آباد کی عدالت میں دائر کیا تھا اور تعزیرات ہند کی دفعہ (۵۰۰، ۱۵۳، ۲۹۸) کے تحت کاروائی کرنے کی استدعا کی تھی

اہل دیو بند کا کہنا تھا، کہ ملزم (مولانا حشمت علی) ہمیں کافر و مرتد، بے ایمان اور دیو کا بندہ کہتا ہے اور ہمارے اکابر کو خارج از اسلام قرار دیتا ہے مدعیان جذبہ انتقام سے مغلوب الغضب ہو کر وقوعہ کی صحیح تاریخ لکھنا بھول گئے کیوں کہ شیر رضا کی بھدر سہ میں ۲۳؍ مئی ۱۹۴۶ء تا ۸؍ جون ۱۹۴۶ء تاریخ، گھڑی، حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے جرم کی صحت سے انکار نہ کیا، بلکہ فرمایا کہ میں دیو بندیوں، وہابیوں کو اس طرح نہیں کہتا جس طرح انھوں نے استغاثہ میں ظاہر کیا ہے، بلکہ میں بحکم شریعت اسلامیہ ان کے عقائد باطلہ، کفریہ یقینیہ کی بنا پر (جو کتاب ''تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان'' فتاوائے گنگوہی میں لکھے ہوئے ہیں) کافر و مرتد کہتا ہوں آپ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں ''حسام الحرمین'' میں اکابر و مشاہیر علمائے عرب و عجم اور ''الصوارم الہندیہ'' سے برصغیر ہند و پاک کے جلیل القدر علما و مفتیان شریعت و مشائخ طریقت کے فتاوے پیش فرمائے اور اہم کتب حوالہ جات سے عدالت کو آگاہ کیا مخالفین نے چوٹی کے وکلا کے علاوہ اپنے علما میں سے ابو الوفاء کو بھی پیش کیا تھا شیر بیشۂ اہل سنت اپنے مقدمہ کی پیروی خود فرما رہے تھے اور انھوں نے اپنا تحریری مدلل بیان بھی عدالت میں پیش کیا، عدالت نے فریقین کے دلائل اور حقائق کا پتہ چلانے کے بعد ۲۵؍ ستمبر ۱۹۴۸ء کو مقدمہ خارج کر کے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا، اس سے دیو بندیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی، انھوں نے سوچا یہ تو غضب ہوا عدالت سے ان کے کفر و ارتداد کی ڈگری ہو گئی، تو انھوں نے اپنی متحدہ کوششوں سے مہا بیر پرشاد اگروال مجسٹریٹ کے فیصلہ کے خلاف دیو بندیوں نے سیشن جج فیض

آباد کی عدالت میں اپیل دائر کردی۔

الحمد للہ، کہ سیدنا علیٰ حضرت امام اہل سنت (رضی اللہ عنہ) کے فتوائے مبارکہ ''حسام الحرمین'' کی صداقت رنگ لائی اور سیدنا مجدد اعظم فاضل بریلوی (قدس سرہ) کی روشن و بین کرامت یوں ظہور پذیر ہوئی کہ فیض آباد کے سشن جج مسٹر یعقوب علی صاحب نے ۲۸/اپریل ۱۹۴۹ء کو بدیں الفاظ فیصلہ صادر کیا۔ لائق مجسٹریٹ مہابیر پرشاد اگروال کی تجویز سے مجھ کو پتہ چلا ہے کہ لائق مجسٹریٹ نے ثبوت زبانی و تحریری کو بغور دھیان دیا اور ملاحظہ کیا اور یہ صحیح فیصلہ کیا کہ ملزم (مولانا حشمت علی) نیک نیتی کے ساتھ کتابوں (تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، فتوائے گنگوہی، حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ وغیرہ) کی عبارتیں پڑھنے میں صحیح راستہ پر تھا، لائق مجسٹریٹ کا فیصلہ جس میں اس نے ملزم کو بری کردیا فریقین کے پیش کردہ ثبوتوں کی بناء پر بالکل صحیح اور درست ہے، مستغیثان میرے سامنے لائق مجسٹریٹ کے فیصلہ میں کوئی قانونی غلطی یا کوئی اور غلطی نہ بتا سکے درحقیقت اس اپیل میں کوئی جان نہیں میں اس کو خارج کرتا ہوں۔

دستخط: یعقوب علی سشن جج فیض آباد۔ ۲۸/اپریل ۱۹۴۹ء

یہ مقدمہ دو (۲) برس دو (۲) ماہ تیرہ (۱۳) دن جاری رہا اور اس کی مفصل اور جامع روداد فرحت افزا فتح مبین،، نامی کتابچہ میں موجود ہے جو کہ مجاہد شیر بیشۂ اہل سنت کی تیسری جلد میں شامل ہے جس میں فریقین کے دلائل و بیانات اور مجسٹریٹ و سشن جج کا مفصل فیصلہ اردو، انگریزی میں مذکور ہے۔

سیاسی امور میں اختلاف

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب اور آپ کی تائید وحمایت فرمانے والے علما، مشائخ جن میں حضرت بابرکت تاج العرفاء سیدنا سید محمد میاں صاحب قادری برکاتی سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ شامل تھے سیاست سے کنارہ کش رہے اور لیگی و کانگریسی لیڈروں کو بے نقاب فرماتے رہے اور اپنے خیال کے مطابق اپنے دینی جوش کے تحت سیاست میں حصہ لینے والے اپنے ہی حضرات علمائے اہل سنت سے بھی اختلاف ہو گیا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ تھوڑی ہی مدت میں مصالحت ہوگئی اور اختلاف ختم ہو گیا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) کے ایک عزیز دوست اجمل العلماء مولانا علامہ مفتی محمد اجمل قادری، رضوی حامدی (علیہ الرحمہ) مصنف ''ردشہاب ثاقب'' کی مساعی بھی قابل قدر ہیں، لیکن اس کے علاوہ حضرت صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ) کی کوشش اور استاذ العلماء علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب اور غازی کشمیر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رضوی (علیہما الرحمہ) کے تعاون کو بھی بڑا دخل ہے، حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد صاحب کے حضرت شیر بیشۂ اہل سنت سے گہرے روابط اور خصوصی تعلقات تھے اور ایک دوسرے کے پاس آنا جانا تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں فقیر راقم الحروف کو ایک دفعہ (جبکہ فقیر لاہور میں رسالہ ''تکفیر افسانہ'' چھپوانے کے لیے لاہور حاضر تھا) حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب (علیہ الرحمہ) نے خود مفصل حالات بیان فرمائے اس

زمانہ میں ایک نعیمی دوست نے اپنی لاعلمی و بے خبری کے عالم میں شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) کے خلاف ایک پمفلیٹ شائع کیا اور فقیر نے اس کا جواب ''ضرب کبیر'' میں دیا تھا علامہ ابوالبرکات (قدس سرہ) نے فرمایا یہ لوگ حضرت مولانا کو کیا جانیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی صاحب لاہور آئے ہوئے تھے۔ سید صاحب نے پرانے دارالعلوم حزب الاحناف کے دارالحدیث سے مسجد کے اوپر والے کمرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہاں آرام فرما رہے تھے کہ حضرت صدرالافاضل (علیہ الرحمہ) بھی تشریف لے آئے جب انھیں معلوم ہوا کہ مولانا حشمت علی صاحب بھی یہاں قیام پذیر ہیں، تو فرمانے لگے کہ بڑے سنی بنے پھرتے ہیں ذرا ان سے سنی کی تعریف تو لکھوا دیں حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب نے فرمایا مولانا حشمت علی صاحب کے پاس خود ان کے کمرہ میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت صدرالافاضل فرما رہے ہیں ذرا سنی کی تعریف تو لکھ دیں پھر حضرت علامہ ابوالبرکات نے فقیر راقم الحروف کو مولانا حشمت علی صاحب کے دست مبارک کی لکھی ہوئی وہ جامع مانع اور مفصل و مدلل تعریف دکھائی اور فرمایا حضرت مولانا حشمت علی صاحب نے اسی وقت یہ تعریف تحریر فرما دی اور صدرالافاضل (علیہ الرحمہ) جو حزب الاحناف کے دارالحدیث میں رونق افروز تھے کے پاس بھیج دی سید صاحب قبلہ کا بیان ہے جب حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ جامع مانع تعریف میں نے صدرالافاضل کی خدمت میں پیش کی تو بہت مسرور ہوئے فرمایا ٹھیک ہے لاؤ میں اس پر دستخط کے ساتھ تصدیق کرتا ہوں اس کے بعد حضرت

صدر الافاضل (علیہ الرحمہ) مولانا حشمت علی صاحب (قدس سرہ) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر پر تائید و تصدیق فرماتے ہوئے اپنے دستخط تحریر فرمائے اور وہ باہمی اختلاف ختم ہو گیا اور اس سے قبل بھی جب حضرت صدر الافاضل (علیہ الرحمہ) حضرت شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) اور اس کے حامی علمائے کرام سے مصالحت کے لیے کوشش فرما رہے تھے، تو علامہ ابوالحسنات قادری (علیہ الرحمہ) کے نام ایک خط میں حضرت شیر بیشۂ اہل سنت اور ان کے اس وقت علیل صاحبزادہ عزیزم مولانا مشاہد رضا قادری رضوی سجادہ نشین خانقاہ حشمتیہ رضویہ کے لیے خصوصی دعا فرمائی افسوس کہ فقیر راقم الحروف ان دونوں تحریروں کی فوٹو اسٹیٹ نہ بنوا سکا اور اس وقت ۱۹۶۴ء میں فوٹو اسٹیٹ کا زیادہ رواج بھی نہیں تھا، بہر حال ان جملہ واقعات سے علمائے اہل سنت کا باہمی مصالحت کا پتہ چلتا ہے، اس کے علاوہ بھی فقیر راقم الحروف نے خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین قادری رضوی فاضل بہاری (علیہ الرحمہ) محدث اعظم ہند امام المتکلمین مولانا ابوالمحامد سید محمد صاحب اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے مہتمم و شیخ الحدیث اور حضرت صدر الافاضل مراد آبادی (علیہ الرحمہ) کے صاحبزادہ مولانا اختصاص الدین صاحب سے ذاتی طور پر تحقیق کی تھی چنانچہ مولانا محمد یونس صاحب مراد آبادی نے بھی مصالحت کی تصدیق کی تھی اور پھر اسی زمانہ میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادی جو مدرسہ انوار العلوم ملتان کے جلسہ پر تشریف لائے ہوئے تھے تحقیق کی تھی ۔ان سب حضرات نے حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے متعلق نہایت اچھے

خیالات کا اظہار فرمایا اور حضرت مولانا محمد حشمت علی صاحب کی دینی خدمات اور بے مثال کارناموں کا ذکر فرمایا اس سلسلہ میں حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (علیہ الرحمہ) اور محدث کچھوچھوی کے مکتوبات گرامی درج ذیل ہیں۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری کا مکتوب گرامی

حامیٔ دین متین مولانا مولوی محمد حسن علی صاحب (دام مجدہ العالی)

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم

گرامی نامہ پہنچا، احوال سے مطلع ہوا، جناب نے جو دو ہفتہ پیش تر دو (۲) خط اور چند رسائل رضائے مصطفیٰ روانہ فرمائے تھے۔ وہ مجھے نہیں ملے ورنہ شکریہ کا خط ضرور روانہ کرتا، البتہ آپ کے حوالے رسالہ ''ضرب کبیر'' ہے وہ یہاں کے علما میں میں نے تقسیم کر دیا تا کہ اس کا فائدہ عام ہو (۱) حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی صاحب میری نگاہ میں زبردست سنی ناصر دین متین تھے اور عمر اسی نصرت دین میں صرف فرمائی مولیٰ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ

از شہر پٹنہ محلّہ شاہ گنج ڈاکخانہ

مہندرو نمبر دو (۲) ظفر منزل ۱۳/ جون ۱۹۶۱ء

محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی کا مکتوب گرامی

مکرمی مولانا محمد حسن علی صاحب قادری رضوی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا حضرت مولانا حشمت علی صاحب (علیہ الرحمہ والرضوان) نہ صرف سنی بلکہ سنی گر تھے، جو شخص حضرت مولانا (علیہ الرحمہ) کے خلاف زبان درازی کرتا ہے، وہ یا تو دیوبندیوں، وہابیوں کا پٹھو ہے یا پھر مولانا (علیہ الرحمہ) کی ذات سے بے خبر ہے۔

فقیر ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی

کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

علاوہ ازیں حضرت شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) کے انتقال پر محدث اعظم ہند (قدس سرہ) کا تعزیت نامہ بنام صاحبزادہ مولانا مشاہد رضا صاحب (سلمہ ربہ) اور عرس چہلم میں شرکت فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان حضرات میں مصالحت ہوگئی تھی اور نہ صرف یہ بلکہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے فرزند دلبند وسجادہ نشین خانقاہ حشمتیہ رضویہ عزیزم صاحبزادہ مولانا مشاہد رضا صاحب حشمتی رضوی سلمہ نے وہ تمام تعزیتی خطوط جو علما و مشائخ نے انھیں ارسال فرمائے وہ فقیر راقم الحروف کو اصل بھیج دیئے تھے جن میں خلیفۂ اعلی حضرت برہان ملت مفتی اعظم ایم۔ پی مولانا شاہ مفتی محمد عبد الباقی برہان الحق صاحب قادری رضوی سلامی جبل پوری (دامت

برکاتہم العالیہ)، مولانا محمد یونس نعیمی مرادآبادی، مولانا نذیر الاکرمی مرادآبادی، مولانا صاحبزادہ اختصاص الدین نعیمی مرادآبادی اور متعدد نعیمی و اشرفی علمائے کرام کے تعزیتی مکاتیب اب تک فقیر راقم الحروف کے پاس موجود ہیں اس کے علاوہ ماہنامہ ''نوری کرن'' بریلی شریف نے اپنی اشاعت (ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء و اشاعت ماہ اکتوبر ۱۹۶۰ء مطابق ماہ ربیع الاول شریف و ربیع الآخر شریف کی دو اشاعتیں مولانا حشمت علی صاحب (علیہ الرحمہ) کی یاد میں ''شیر بیشۂ اہل سنت نمبر'' کے نام سے شائع کی تھیں جس میں مرکزی دار الافتاء بریلی شریف کے مفتی علامہ شریف الحق صاحب امجدی نائب مفتی اعظم ہند (مدظلہ العالی) اور مفتی مجیب الاسلام نسیم اعظمی مفتی دار الافتاء رضویہ سوداگران بریلی شریف اور مولانا سبطین رضا خاں صاحب بریلوی و مفتی نانپارہ مولانا رجب علی صاحب کے تعزیتی بیانات و مضامین شامل تھے بلکہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت مخدوم اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ (مدظلہ العالی) سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف نے اپنے خصوصی معالج جناب محترم حکیم مرتضیٰ خاں صاحب بریلوی کو اپنی طرف سے شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) کے علاج کے لیے پیلی بھیت روانہ فرمایا تھا اور نہ صرف یہ بلکہ قیام پاکستان کے بعد جب ایک مرتبہ شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب (علیہ الرحمہ) بریلی شریف حاضر ہوئے اور سیدنا حضرت قبلہ مفتی اعظم (مدظلہ العالی) کی خدمت اقدس میں حاضری دی تو حضور نے خیریت دریافت فرمائی تو مولانا حشمت علی صاحب کے الفاظ یہ تھے حضور آپ کے جوتیوں کا صدقہ آپ کے نعلین پاک کی بھیک ہے۔

امام المجاہدین مولانا علامہ حبیب الرحمٰن صاحب حامدی ،رضوی، امجدی (مدظلہ) صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت جو محدث اعظم پاکستان امام اہل سنت علامہ سیدی سردار احمد صاحب قبلہ (قدس سرہ) کے استاذ بھائی بھی ہیں اور پیر بھائی بھی اور شہرۂ آفاق ادیب وخطیب مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی کے استاذ محترم ہیں محدث اعظم پاکستان کے وصال پر اپنے ایک مضمون میں ''نوری کرن'' بریلی شریف کے، محدث اعظم پاکستان نمبر کے ۱۹؍ پر لکھتے ہیں ضلع اناؤ کے مناظرہ میں عجیب لطیفہ ہوا فقیر اور حضرت شیر بیشۂ اہل سنت و محدث اعظم پاکستان (علیہما الرحمہ والرضوان) کو مدعو کیا گیا تھا۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند علامہ محمد ابراہیم رضا جیلانی قادری رضوی سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف نے بسڈیلہ کے مناظرہ کا واقعہ بیان فرمایا ان کے اپنے الفاظ کچھ یوں تھے۔

''اس مناظرے کا تذکرہ مولانا سید آل مصطفیٰ میاں صاحب بڑے مزے لے لے کر کیا کرتے ہیں بسڈیلہ میں مناظرہ تھا مئو کا ایک ان کا مشہور بوڑھا خرانٹ بھی اس جلسہ (مناظرہ) میں بحیثیت مناظر موجود تھا (جو ارشد القادری سے جمشید پور میں چت ہو گیا) ''حسام الحرمین'' میں علمائے عرب نے جو اعلیٰ حضرت کے لیے دعائیہ کلمات لکھے اور اعلیٰ حضرت کی تعریفیں لکھیں وہ عبارتیں مولانا حشمت علی صاحب پڑھ رہے تھے عربی عبارت آئی تو ایک جگہ ادام اللہ

برکاتہ (یعنی اللہ ان کی برکتیں ہم پر ہمیشہ رکھے) مولانا حشمت علی صاحب نے پڑھا اس پر وہ وہابی دیو بندیوں کا مولوی مولانا عالم بے بدل ، فاضل بے فضل بولا ۔ مولانا ادام اللہ برکاتہ ، برکاتہ ، برکاتہ ،، مولانا حشمت علی صاحب نے کہا میرا اعراب پکڑ رہے ہو (اعراب کہتے ہیں زبر، زیر،کو) برکات جمع مونث سالم ہے اس کو حالت نصب میں جر ہوتا ہے بھول گئے پھر جو پانی پڑا ہے چکنے گھڑوں پر تو یہ معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ ان پر کبھی پانی پڑا ہے" (ماہنامہ اعلیٰ حضرت جون ۱۹۶۲ء)

نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ جیلانی میاں (علیہ الرحمہ) کی سرپرستی میں چھپنے والے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے ترجمان ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" میں ایک نظم اکثر شائع ہوتی رہی ہے جس میں اعلیٰ حضرت کے خلفا ، وتلامذہ اور منظر اسلام کے فارغ التحصیل جید علماے اکابرین کی مدح میں ایک دو دو اشعار ہوتے تھے اس میں مولانا محمد حشمت علی صاحب (قدس سرہ) کی مدح میں دو بندیوں ہیں ۔

ان میں تھے اک شیر بیشہ مولوی حشمت علی
نام سے جن کے لرزتا ہے وہابی بدچلن
جب گرجتے تھے دم تقریر بن کر شیر حق
بھاگتے آتے نظر دیو بندی پرفتن

ماہنامہ اعلیٰ حضرت اپریل ۱۹۶۱ء

ہندوستان میں اہل سنت کے ممتاز اہل قلم اور سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مرتب علامہ بدرالدین احمد قادری رضوی فاضل مبارک پوری نے سوانح امام احمد رضا صفحہ ۲۳۷ تا ۲۴۳ ر غور طلب ہے حضرت شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) کے حالات مبارکہ مفصل تحریر کیے ہیں اسی طرح سلسلہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے وابستگان میں سے مولانا علامہ محمد محبوب صاحب اشرفی مبارک پوری نے ''العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید'' میں حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کی عظیم خدمات دینیہ کا مفصل ذکر کیا ہے اور آپ کے مناظروں کے حالات بھی رقم فرمائے ہیں یہ کتاب حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے وصال کے بعد شائع ہوئی ہے اس میں ایک جگہ لکھا ہے ''یوں تو تمام علمائے اہل سنت دیوبندیوں کے لیے ''لاحول'' کا اثر رکھتے ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قاطع شرنجدیت مولانا محمد حشمت علی صاحب لکھنوی تو ان کی موت ہیں جہاں یہ شیر پہونچا دیوبندیوں کی روح پرواز ہو گئی،، (ص ۳۷) حضرت شیر بیشۂ اہل سنت رئیس المناظرین مولانا الحاج علامہ قاری محمد حشمت علی صاحب پیلی بھیتی (قدس سرہ العزیز)

''یہ تو تھا اکابر علمائے اہل سنت ہندوستان کی نظر میں مظہر اعلیٰ حضرت مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا مقام و مرتبہ اب پاکستانی حضرات علمائے کرام اکابرین کے بیانات ملاحظہ ہوں'' (رضوان ۱۵/۲/۶۱)

علامہ ابوالحسنات قادری

بانی وسابق مرکزی صدر جمعیۃ العلماء پاکستان کی سرپرستی میں چھپنے والے جمعیۃ العلماء پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ ''جمعیت'' نے آپ کے وصال پر ''موت العالم موت العالم'' کے زیر عنوان لکھا تھا:

''دنیائے سنیت میں یہ اندوہناک خبر بے چینی کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت مجاہد ملت مولانا حشمت علی صاحب رضوی، قادری کچھ عرصہ علالت کے بعد ۸/محرم مطابق ۳/جولائی ۱۹۶۰ء کو پیلی بھیت میں انتقال فرما گئے مرحوم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور نہایت دلیر، متصلب سنی عالم رب کریم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور اہل سنت کو مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے،، (جمعیت لاہور ۲۳/جولائی ۱۹۶۰ء)

علامہ ابوالبرکات قادری

شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف کے ساتھ تو حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے خصوصی اور گہرے تعلقات کسی سے مخفی نہیں ہیں، بہرحال سید صاحب کی سرپرستی میں چھپنے والے پندرہ روزہ ''رضوان'' کی ۱۵/فروری ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں لکھا ہے۔

علامہ احمد سعید کاظمی۔ کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہنامہ ''السعید'' ملتان میں: آہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت دنیائے اہل سنت کو صدمہ عظیمہ،، کے زیر عنوان لکھا ہے۔

اہل سنت کے حلقہ میں یہ خبر انتہائی رنج وملال کیساتھ سنی جائے گی کہ امام

المناظرین حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی قدس سرہ العزیز طویل عرصہ علیل رہ کر ۲۳؍ جولائی ۱۹۶۰ء کو پیلی بھیت میں رحلت فرما گئے حضرت مولانا علیہ الرحمہ علم و عمل ، زہد و تقوی ، پختگی مسلک غرض ہر اعتبار سے مولانا مرحوم کا وجود مقدس اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کا مظہر اتم تھا دنیا ے سنیت میں اب کوئی ہستی ایسی نظر نہیں آتی جو میدان مناظرہ میں مولانا مرحوم کی کمی کو پورا کر سکے‘‘ (السعید۔ ملتان جولائی ۱۹۶۰ء)

علامہ نور اللہ شیخ الحدیث مدرسہ فریدیہ بصیر پور اپنے رسالہ ’’ مکبر الصوت‘‘ میں شیر بیشۂ اہل سنت حضور مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی صاحب لکھنوی (مدظلہ العالی) کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ مذکورہ بالا تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب کی شخصیت متنازعہ فیہ نہیں ہے اور اکابرو مشاہیر علما و مشائخ اہل سنت ان کی عظیم و بے مثال خدمات دینیہ کے معترف اور ان کے عظیم کارناموں کے مداح ہیں مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیاسی امور میں جن حضرات اکابر کرام سے اس وقت شیر بیشۂ اہل سنت نے اختلاف فرمایا تھا وہ آخر وقت تک باقی نہ رہا تھا اور بعد میں مصالحت کے ذریعہ جملہ حضرات باہم شیر و شکر ہو گئے ، ان واقعات اور حقائق کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ جن صاحب نے بے خبری میں یا دیدہ دانستہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے خلاف پمفلیٹ شائع کر دیا تھا، اس میں نہ تو حقائق کو مدنظر رکھا گیا تھا نہ حضرات اکابر کرام سے اس سلسلہ میں تحقیق کی گئی تھی غالبا یہ عجلت و بے خبری کا نتیجہ تھا فقیر راقم الحروف نے ’’ضرب کبیر‘‘ میں اس چیز کو مفصل بیان کیا ہے۔

رنگون میں رشوت کی پیش کش

رنگون میں بد مذہبیت پر نکال رہی تھی، میدان خالی دیکھ کر ان کے بڑے بڑھے وہاں اپنی علمیت اور بزرگی کے ڈھول پیٹ رہے تھے، مسلمانان اہل سنت رنگون نے حضرت مولانا محمد حشمت علی صاحب (علیہ الرحمہ) کو دعوت دی آپ نے رنگون جیسے دور دراز علاقہ کو اپنے قدوم میمونیت لزوم سے سرزمین رنگون کو زینت بخشی اور وہاں پہنچ کر خرمن باطل پر قہر خداوندی کے بجلی بن کر گرے بد مذہب لرز اٹھے سازشیں ناکام ہوگئیں، شیر بیشۂ اہل سنت نے ان کے ارتداد و بدعقیدگی کو بے نقاب فرمایا تو رنگون کے وہابی و دیوبندی سیٹھوں نے آپ کو رشوت کی پیش کش کی اور ان کے سب سے بڑے سیٹھ حاجی ہاشم بھڑوچہ نے تو یہاں تک کہا، میں آپ کو دوسو روپیہ ہر ماہ تازیست ادا کرتا رہوں گا اور آپ کے پیر و مرشد اعلی حضرت فاضل بریلوی کے دونوں صاحبزادوں کی خدمت میں سوسو روپیہ ہر ماہ تازیست روانہ کرتا رہوں گا، آپ یہاں رنگون سے واپس تشریف لے جائیں، یہاں تقاریر کا سلسلہ بند فرمادیں یا کم از کم ہمارے اکابر دیوبندیوں کی کتابوں کے حوالے نہ دیں اتنا سننا تھا کہ شیر بیشۂ اہل سنت نے جلال میں آکر فرمایا خبیثو۔ نکل جاؤ یہاں میرے ایمان کا سودا کرنے آئے ہو، دفع ہو جاؤ، یہاں سے تم کون ہوتے ہو مجھے حق بات سے روکنے والے۔

الغرض آپ نے رنگون میں چند روز قیام فرمایا اور بد مذہبیت کا صفایا کردیا، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا، رنگون اہل دیوبند نے اپنے چھوٹوں بڑوں کو آپ کے مقابل لانے اور مناظرہ کرانے کی لاکھ کوشش کی، مگر کوئی دم نہ مار سکا اور شیر رضا

فتح وکامرانی کے ساتھ واپس ہوا تین سال کے بعد۔

جرأت وحوصلہ

شیر رضا کی جرأت اور حوصلہ مثالی

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

کے مظہر تھے خوف، ڈر، جھجھک نام کی کوئی چیز ان میں موجود نہیں تھی مولانا علامہ قاضی احسان الحق صاحب (مدظلہ العالی) کا بیان ہے کہ غالباً رنگون ہی کے وہابیوں نے تنگ آکر مناظرہ کا چیلنج دے دیا، حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے بلاخوف وخطر قبول فرما لیا چند مخلصین نے بار بار حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت مصلحت وقت کا تقاضا یہ ہے، کہ اس وقت آپ تشریف نہ لے جائیں اور کچھ دن خاموشی اختیار فرمائیں انھوں نے کسی شرارت کی نیت سے یہ چیلنج دیا ہے، آپ نے فرمایا میں یہ سننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ بارگاہ رضوی کا یہ سگ بھاگ گیا ہے میں جاؤں گا اور ضرور جاؤں گا قاضی صاحب آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا قاضی صاحب کا فرمانا ہے کہ میں نے ہنس کر عرض کیا کہ حضرت بڑی مرمت ہوگی آپ رہنے دیں ورنہ مجھے معاف فرمائیں، حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے ہنس کر فرمایا مولانا ان شاء اللہ یہاں تک نوبت نہیں آئے گی آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا چنانچہ

قہر درویش بر جان درویش

جانا پڑا، لیکن میں نے وعدہ لیا کہ آپ رد تو ضرور فرمائیں گے لیکن تقریر کا انداز بدلنا ہوگا شیر بیشۂ اہل سنت نے فرمایا وعدہ نہیں کرتا کوشش کروں گا الغرض وہاں

پہونچ کر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مسند سلطانی پر رونق افروز ہوئے، تقریر شروع فر مائی ان کے سوالات کے نہایت علمی و تحقیقی جوابات ارشاد فرماتے رہے، جہاں توہین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ذکر طوفانی موجیں سمندر کا سینہ چیر نے لگیں، چنانچہ گستاخان رسالت کو انھیں القابات جن کے وہ مستحق ہیں نوازنا شروع فر مادیا، مولانا قاضی احسان الحق صاحب (مدظلہ) کا کہنا ہے کہ میں نے پاؤں کو ہاتھ لگا کر وعدہ یاد دلایا پاؤں کا دبانا تھا کہ غضب ہو گیا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے چابی بھر دی ہے مجمع پر سکوت اور سناٹا طاری تھا میں نے سوچا یہ خاموشی کہیں کسی طوفان کا پیش خیمہ نہ ہو۔ لہٰذا میں نے کھڑے ہو کر عرض کی اچھا حضرت میں تو چلا حضرت اپنا کام کر چکے تھے فرمایا ٹھہرو! میں تقریر ختم کرتا ہوں۔ چند منٹ کے بعد تقریر ختم فرمائی اور فرمایا، جس میں ایمان اور عشق رسالت کی بو ہے وہ صلاۃ وسلام کے لیے کھڑا ہو جائے دنیا نے دیکھا بدعت وحرام کے فتوے دینے والے بھی سلام میں قیام کے ساتھ مظہر اعلی حضرت کے ہمنوا ہو کر ''یا نبی سلام علیک۔ یا رسول سلام علیک'' پڑھ رہے تھے اور مناظرہ کے خواب ٹھنڈے ہو چکے تھے۔

جرأت واستقامت کا دوسرا واقعہ سعودی عرب کا ہے ۱۹۵۶ء میں لائل پور شریف سے نائب اعلیٰ حضرت محدث اعظم پاکستان قبلہ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب (قدس سرہ) حرمین شریفین حاضر ہوئے تھے اپنی نماز با جماعت علاحدہ پڑھتے رہے پاکستانی و ہندی وہابیوں نے شرارت کی اور فتنہ برپا کرنا چاہا۔ لیکن محدث اعظم پاکستان ہر سازش کو ناکام بناتے ہوئے اپنے عقیدہ و مسلک پر قائم رہے نجدی قاضی

القضاۃ سے بھی مباحثہ ہوا۔ جس میں وہ اوران کے نجدی علما لا جواب رہے۔ یہ واقعہ پا
ک و ہند میں بہت مشہور ہوا اتفاق کی بات ہے کہ اگلے سال ۱۳۷۷ھ میں حضرت
مولانا محمد حشمت علی صاحب بھی حج وزیارت کے لیے مدینہ منورہ مکہ معظّمہ حاضر ہوئے
اوراسی انداز میں اپنی نماز باجماعت علاحدہ پڑھنے لگے دربار نبوی اور حرم کعبہ میں سنیت
کی تبلیغ فرماتے رہے الیاسیوں تبلیغیوں نے نجدیوں سے شکایت کی اور پولیس کو اطلاع
دی پولیس نے آپ کو قاضی (جج) کی عدالت میں پیش کیا قاضی نے دریافت کیا کہ تم
''المستغاث یارسول اللہ المدد یا حبیب اللہ'' کہتے ہو آپ نے فرمایا کہتا ہوں اور جائز
سمجھتا ہوں یہ میرا عقیدہ و مذہب ہے۔ جج نے اپنی دلیل پیش کی آپ نے اس کی دلیل
کا توڑ کیا اور خود دلیلیں پیش فرمائیں ساڑھے تین گھنٹے بحث رہی قرآن، حدیث کے
علاوہ خود ابن تیمیہ و ابن قیم، ابن عبدالوہاب نجدی کی کتابوں سے رد فرماتے رہے، جس
میں وہ قاضی لا جواب و مبہوت ہوا حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے فرمایا تلوار تمہارے
ہاتھ میں ہے قتل کرا سکتے ہو۔ لیکن دلائل کے دفاتر اور تمہارے اکابر کے فتاوی میری
تائید کرتے ہیں قاضی نے فوراً قاضی القضاۃ کو فون کیا کہ ایک ہندی مولوی سے پالا پڑا
ہے وہ ہمارے اکابر کے فتوؤں سے ہمارا مذہب باطل ثابت کر رہا ہے۔ اس نے جواب
دیا کہ تم نے غلطی کی تم اس کو مدینہ پاک بھیج دو۔ قاضی نے معذرت کے ساتھ چائے
پیش کی اور آپ کو مع ساتھیوں کے مدینہ پاک بھیج دیا گیا شیر بیشۂ اہل سنت حمد الٰہی بجالا
ئے کہ نعرہ حق بلند کرنے کے صلہ میں یہ انعام ملا ہے کہ مدینہ طیبہ بلایا گیا ہوں اور سرکار
اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں حاضر ہو رہا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کا روحانی تصرف

شیر بیشۂ اہل سنت (علیہ الرحمہ) پر ان کے مرشد برحق سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی (رضی اللہ عنہ) کا بڑا ہی فیضان کرم تھا ہر میدان و ہر عدالت میں اعلیٰ حضرت کا روحانی تصرف مولانا حشمت علی صاحب (علیہ الرحمہ) کی اعانت ودستگیری فرماتا رہا اور شیر بیشۂ اہل سنت اپنے آقا سرکار اعلیٰ حضرت کی زبان میں بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں۔

المدد یا حبیب خدا المدد

بحر غم میں میرا ناخدا کون ہے

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب اکثر ایک مناظرہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت کی روشن کرامت، تصرف واعانت کا ذکر فرماتے تھے مولانا مشاہد رضا صاحب پیلی بھیتی نے بھی یہ واقعہ بیان کیا کہ شیر بیشۂ اہل سنت ایک مناظرہ کے دوران جوابی تقریر فرما رہے تھے اور مخالفین کی اپنی کتب سے حوالے پیش کررہے تھے کہ تقریر کے دوران ہی ایک ملا مخل ہوا اور ایک کتاب ہاتھ میں لے کر پڑھتے ہوئے کہنے لگا آپ غلط پڑھ رہے ہیں ہماری کتاب میں ایسے لکھا ہے اور خود غلط عبارت پڑھنے لگا یکا یک شیر بیشۂ اہل سنت نے دیکھا کہ سامنے حضور سیدنا اعلیٰ حضرت (رضی اللہ عنہ) جلوہ فرما ہیں فرما رہے ہیں حشمت علی یہ خبیث تم کو دھوکہ دے رہا ہے اور غلط پڑھ کر سنا رہا ہے مولانا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور کتاب ہاتھ سے چھین کر دیکھا تو اسی طرح تھا جس طرح خود مولانا حشمت علی صاحب پڑھ رہے تھے

خدا کے فضل وکرم سے اس مناظرہ میں وہابیہ کذابیہ کی بہت ذلت ورسوائی ہوئی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ دوران مناظرہ ایک مخالف ملا سیدنا اعلی حضرت کی عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے غلط عبارت پڑھنے لگا سیدنا اعلی حضرت (رضی اللہ عنہ) رونق افروز ہوئے فرمایا یہ عبارت غلط پڑھ رہا ہے ''الملفوظ'' میں ایسے نہیں ہے ایسے ہے اب جو مولانا حشمت علی صاحب آگے بڑھے اور کتاب چھین کر دیکھا، تو اس نے کتاب میں ایک چٹ لکھ رکھی تھی اور وہ ملا کتاب کے بجائے چٹ سے پڑھ رہا ہے اور اعلیٰ حضرت سے غلط عبارت منسوب کر کے تہمت باندھ رہا ہے۔

مکرمی حکیم مرتضٰی خاں صاحب بریلوی جو سیدنا حضرت قبلہ مفتی اعظم (مد ظلہ العالی) سجادہ نشین خانقاہ رضویہ کے خصوصی معالج ہیں نے سید نا اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کے مزار پر یہ واقعہ شہید اللہ خاں صاحب بریلوی کے ایک قریبی دوست جناب عاشق صاحب بریلوی کو سنایا ایک مرتبہ غالبا اب سے ۳۳/۳۴ سال قبل مزار اعلی حضرت پر حاضر ہوا خانقاہ عالیہ میں داخل ہوا تو ایک عجیب نظر نواز منظر سامنے آیا حضور امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت (رضی اللہ عنہ) جلوہ آراء ہیں مولانا حشمت علی صاحب سامنے نہایت مؤدب بیٹھے ہوئے ہیں۔اعلی حضرت (رضی اللہ عنہ) ان کو چند سوالات کے جوابات ارشاد فرما رہے ہیں۔مولانا محمد حشمت علی عرض کرتے ہیں سیدنا اعلی حضرت جواب ارشاد فرماتے جاتے ہیں، جناب حکیم مرتضی خاں صاحب کا بیان ہے کہ میں نے دل میں خیال کیا ایک مدت کے بعد پیر ومرشد کی زیارت نصیب ہوئی ہے دوڑ کر قدموں سے لپٹ جاؤں، مگر معاً خیال آیا معلوم

نہیں کسی ضرورت دینی کے تحت اس خاص مجلس کا انعقاد ہوا ہے۔ میری مداخلت سے یہ نشست برخاست نہ ہو جائے اس لیے صرف زیارت میں اکتفا کیا کافی دیر دور کھڑے یہ منظر دیکھتے رہے جب یہ نشست برخاست ہوئی اور مولانا حشمت علی صاحب باہر تشریف لائے تو حکیم صاحب نے مولانا حشمت علی صاحب کا راستہ روک کر فرمایا مولانا صاحب مجھے بھی ایسی ترکیب بتاؤ یہ شرف مجھے بھی حاصل ہو جائے مولانا اس مداخلت بے جا سے گھبرا اٹھے اور حکیم صاحب سے وعدہ لیا وہ اس راز کو راز رکھیں گے اور پھر ایک وظیفہ بتایا اور فرمایا صدق دل، خلوص نیت سے پڑھتے رہو کامیابی ہو گی ان واقعات سے بارگاہ رضوی میں شیر بیشۂ اہل سنت مظہر اعلی حضرت (رضی اللہ عنہ) کی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے اور اعلی حضرت کے روحانی تصرف کا حال معلوم ہوتا ہے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ بھائی سعید خاں صاحب عرف پٹن خاں صاحب نے بیان کیا مولانا حشمت علی صاحب نے ان سے ''ملفوظات اعلی حضرت'' حاصل کیے غالباً اس میں کوئی وظیفہ دیکھنا تھا پھر مولانا رات کو ملفوظ پڑھ کر وظیفہ کرتے کرتے سو گئے خواب میں سیدنا اعلی حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا فرما رہے ہیں ''مولانا ہمیں آپ سے بہت کام لینا ہے آپ جھن جھٹوں میں نہ پڑیئے ہمارے سلسلہ کا سب سے بڑا وظیفہ خدا اور رسول (جل جلالہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمنوں اور گستاخوں کا رد ہے''

ایک روشن کرامت

محدث اعظم پاکستان کے تلمیذ ارشد علامہ مفتی مجیب الاسلام نسیم اعظمی مہتمم دار

العلوم امجدیہ ادری کا بیان ہے ادری کے مناظرہ کا صدر ایک منہ بند چھپا ہوا وہابی تھا اس نے وقت دینے میں بد دیانتی سے کام لینا شروع کر دیا چند بار ایسا ہوا حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے گرفت فرمائی اور غضب ناک ہو کر فرمایا خیانت کرتے ہو تمھاری آنکھیں سلامت نہیں رہیں گی یہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کی زندہ و روشن کرامت ہے، تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کی آنکھیں خیانت کی نذر ہو گئیں اور وہ شخص اندھا ہو گیا۔

بد مذہبوں سے نفرت و قلبی عداوت

کا یہ عالم تھا جب سخت علیل ہوئے تو علاج کے لیے پیلی بھیت شریف سے بریلی شریف حاضر ہوئے کسی نے ایک طبیب سے علاج کا مشورہ دیا کہ اس کی تشخیص شہرت یافتہ ہے فرمایا وہ بد مذہب تو نہیں ہے کسی نے کہا سخت وہابی ہے فوراً ''لاحول '' پڑھتے ہوئے صاف انکار فرما دیا اپنی جان اور صحت تک کی پرواہ نہیں کی اور سرکار رسالت کے گستاخ سے علاج کرانا مناسب نہ سمجھا۔

محدث اعظم پاکستان سے خصوصی تعلق

صرف اور صرف اس بنا پر تھا کہ وہ مذہب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کے بہت بڑے ستون تھے دونوں ایک ہی ذوق کے حامل اور متصلب عالم دین، اصول و فروعات میں اعلیٰ حضرت (علیہ الرحمہ) کے مسلک حق پر تھے بد مذہبوں کو جس طرح ان دونوں حضرات نے نیست و نابود کیا، اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

مولانا مولوی زاہد علی صاحب قادری رضوی پیلی بھیت کے رہنے والے تھے اور

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کے محلّہ دار تھے وہ پیلی بھیت سے لائل پور جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں تعلیم حاصل کرنے آئے تھے دن، رات مولانا حشمت علی صاحب کی زبان پر محدث اعظم پاکستان کا خطبہ رہتا تھا۔ شیر بیشۂ اہل سنت فرماتے تھے منظور سنبھلی مدیر ''الفرقان'' سے میں نے بہت مناظرے کیے اور وہ ہر جگہ ذلیل اور رسوا ہوا مگر میدان مناظرہ سے اس کا مستقل فرار یہ کرامت ہے محدث پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کی اسی لیے ہم انھیں ابوالمنظور کہتے ہیں محدث پاکستان سے شکست کے بعد آج تک منظور میدان مناظرہ میں نظر نہ آیا اور مناظرہ سے توبہ کرلی۔

آخری تمنا

جب بیماری کی زیادتی ہوئی اور کمزوری حد سے بڑھی تو آپ نے حاضری مدینہ طیبہ کا قصد فرمایا مدینہ منورہ جو دارالامن، دارالایمان اور روحانی جسمانی دار الشفاء ہے جس طرح بھی ہو وہاں کی حاضری نصیب ہو جائے ہوائی جہاز سے جانے کا پروگرام بنایا، مگر عمر اور وقت نے وفا نہ کی اگرچہ ظاہری طور پر آپ کی یہ آخری تمنا پوری نہ ہوسکی لیکن اس حسرت میں جان دے کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ وسلم کی دائمی وابدی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

انتقال پر ملال

ایمانی غیرت، ولولہ، مضبوطی، عقیدت و استقامت فی الدین میں آپ کا مقام بہت بلند ہے وہ عظمت شان رسالت کے نڈر، و بے خوف پاسبان تھے غالبًا

۶۱/سال کی عمر میں ۸/محرم ۱۳۸۰ھ مطابق ۳/جولائی ۱۹۶۰ء بروز اتوار بیش بہا دینی خدمات اور اعلائے کلمۃ الحق فرمانے کے بعد آپ نے اس دنیائے فانی سے دار جاودانی کو رحلت فرمائی اور پیلی بھیت شریف میں مدفون ہوئے آپ کی قبر مبارک سے بزبان حال آج بھی یہ صدا آرہی۔

سنیوں سنی رہنا، سنی جینا، سنی مرنا، سنی اٹھنا، اپنے عقیدہ و مذہب میں کوئی کمزوری کوئی لچک، کوئی تبدیلی نہ آنے دینا۔ خبردار! کسی بد مذہب و کسی بدعقیدہ و گستاخ و بے دین سے ہرگز رشتہ و یارانہ نہ رکھنا (رحمۃ اللہ علیہم) ۱۳۸۰ھ۔

سگ بارگاہ محدث اعظم پاکستان
الفقیر محمد حسن علی رضوی غفرلہ

نعرۂ حق

تبرکات مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت

مولانا ابوالفتح عبید الرضا حضور سیدنا محمد حشمت علی قادری رضوی قدس سرہ العزیز

اے مسلمانو اٹھو دیں کی حمایت کے لیے
کوششیں دل سے کرو مذہب وملت کے لیے
کوشش کفار رہے دیں کی اہانت کے لیے
غوث اعظم کو پکارو تم اعانت کے لیے

سنیم من نعرۂ اللہ اکبر می زنم — دم زبوبکر وعمر، عثمان وحیدر می زنم
قادریم من نعرۂ یاغوث اعظم می زنم — دم زشیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

مصطفیٰ کی بھولی بھیڑوں بھیڑیوں سے تم بچو
جو کرے توہین اللہ و نبی کی دوستو!
اپنے ایماں کی حفاظت ان کے حملوں سے کرو
غوث اعظم ہیں مدد پر ان کا دامن تھام لو

سنیم من نعرۂ اللہ اکبر می زنم — دم زبوبکر وعمر، عثمان وحیدر می زنم
قادریم من نعرۂ یاغوث اعظم می زنم — دم زشیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

فرض ہے پہلے عقائد کی درستی مومنو!
پھر کرو کوشش نمازوں کے لیے اے دوستو!
مصطفیٰ کے دین پر ثابت قدم گر تم رہو

انتم الاعلون قول حق ہے غالب سب پہ ہو

سنیم من نعرۂ اللہ اکبر می زنم　　　دم ز بوبکر و عمر، عثمان و حیدر می زنم

قادریم من نعرۂ یاغوث اعظم می زنم　　　دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

مومنو! رب ہے تمھارا خالق ارض و سما

سنیو! آقا تمھارے ہیں جناب مصطفیٰ

قادریو تم کو مژدہ سر پہ ہیں غوث الوری

رضویو! خوش ہو کہ حامی ہیں شہ احمد رضا

سنیم من نعرۂ اللہ اکبر می زنم　　　دم ز بوبکر و عمر، عثمان و حیدر می زنم

قادریم من نعرۂ یاغوث اعظم می زنم　　　دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

محفل میلاد اقدس مستحب ہے اور ثواب

جو مسلماں اس میں آئے بخشا جائے بے حساب

شرک ٹھہراتا ہے اس کو نجدئ خانہ خراب

سنیو! نجدی سے رکھو احتراز و اجتناب

سنیم من نعرۂ اللہ اکبر می زنم　　　دم ز بوبکر و عمر، عثمان و حیدر می زنم

قادریم من نعرۂ یاغوث اعظم می زنم　　　دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

اے عبیدؔ قادری محشر سے تجھ کو خوف کیا

جب شفاعت کرنے والے ہیں حبیب کبریا

دو جہاں میں سر پہ سایہ ہے جناب غوث کا

نزع و محشر میں حفاظت کرنے والے ہیں رضا

سنیم من نعرۂ اللہ اکبر می زنم
دم زبوبکر و عمر، عثمان و حیدر می زنم

قادریم من نعرۂ یا غوث اعظم می زنم
دم زشیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

بسملہ ڈیزائن کے ساتھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آخری قطعی فیصلہ کن

مناظرۂ لاہور

اہل سنت و جماعت اور فرقۂ دیوبندیہ کے اختلافات کا خاتمہ

مرتب

شہزادۂ وخلیفۂ مظہر اعلیٰ حضرت، مظہر شیر بیشۂ اہل سنت ،غواص بحر شریعت، سیاح افق معرفت، الواصل الیٰ اللہ ،حضرت علامہ مولانا صوفی ابوسلمان محمد احمد مشہود رضا قادری برکاتی رضوی حشمتی مدظلہ النورانی

ناشر

حشمتی اکیڈمی

ربناتقبل منا انک انت السمیع العلیم

نام کتاب : مناظرۂ لاہور، پاکستان

مرتب : شہزادۂ شیر رضا حضرت علامہ مولانا صوفی ابوسلمان محمد احمد مشہود رضا صاحب قبلہ مدظلہ النورانی

تصحیح جدید : خلیفۂ حضور شیر بیشۂ اہل سنت قاری محبوب علی خاں مدظلہ النورانی

کتابت : ابوالفضل محمد شایان رضا زیدی، حافظ سعید رضا خاں

صفحات : ۳۷

اشاعت باراول : بموقع عرس قاسمی مارہرہ شریف..................۱۴۳۳ھ

تعداد اشاعت : ۱۱۰۰ر گیارہ سو

ناشر : حشمتی اکیڈمی آستانہ عالیہ حشمتیہ حشمت نگر پیلی بھیت شریف یوپی

رابطہ نمبر : 09616977067-08756503700-09997003192

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجاہدۂ شیر بیشۂ اہل سنت..................دوسری جلد

فہرست مضامین

تفصیل بالاجمال مناظرۂ لاہور، پاکستان

مناظرۂ اہل سنت	:	حضور شیر بیشۂ اہل سنت ووکیل مناظرہ بجانب حجۃ الاسلام
مناظرۂ اہل دیابنہ	:	مولوی منظور سنبھلی ووکیل مناظرہ بجانب تھانوی
موضوع مناظرۂ ہذا	:	کفریات دیوبند
مقام مناظرۂ ہذا	:	مسجد وزیر خاں، لاہور، پاکستان
تاریخ مناظرۂ ہذا	:	۱۴؍شوال ۱۳۵۲ھ روز چہار شنبہ دس بجے ۳۰؍جنوری
سنی صدر اجلاس ہذا	:	سید حبیب صاحب ایڈیٹر ''سیاست''
وہابی صدر اجلاس ہذا	:	مولوی اسماعیل سنبھلی
فتح مناظرۂ ہذا	:	اہل سنت و جماعت حزب الاحناف لاہور، پاکستان

ابوالفضل زیدیؔ حشمتی غفرلہ ربہ القوی

مناظرۂ لاہور، پاکستان

آخری قطعی فیصلہ کن لاہور کا مناظرہ

اہل سنت وجماعت اور فرقۂ دیوبندیہ کے اختلافات کا خاتمہ امام اہل سنت حجۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب بریلوی اور پیشوائے فرقۂ دیوبندیہ مولوی اشرفعلی تھانوی کے مابین ۱۵؍شوال المکرم ۱۳۵۲ھ کو لاہور میں ہوا۔

ناظرین کرام ۱۵؍شوال کو یاد رکھیں۔اراکین انجمن کا ہمیشہ سے تجربہ ہے۔کہ مرکز اہل سنت حزب الاحناف ہند لاہور کے سالانہ جلسوں میں جب کہ ہندوستان و پنجاب کے مشائخ کرام کا ورود مسعود ہوتا ہے۔تو قریب قریب تمام مذاہب باطلہ میں ایک کھلبلی مچی ہے اور کسی نہ کسی طرف سے کبھی کھلی چھٹی کبھی خیر مقدم کبھی عریضہ کے نام سے مضامین آتے رہتے ہیں۔اس سال بھی جب کہ ایام جلسۂ قریب آئے اور بذریعہ پوسٹر اعلان کیا گیا کہ ۲۴/۲۶؍نومبر ۱۹۳۳ء کو مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کا سالانہ اجلاس ہوگا۔تو ایک نام نہاد جمعیت الاحناف ظاہر ہوئی جس کا علم اس سے قبل ہمیں بتایا اور اس کے سکریٹری جناب بابو سردار محمد صاحب لاہوری نے سلسلۂ خط و کتابت شروع کر دی چوں کہ ناظم انجمن جناب مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب قادری انتظام و اہتمام جلسہ میں مصروف تھے۔تیسرے جواب میں مولانا احمد نے نہایت نیک نیتی سے سلسلۂ خط و کتابت مسدود کرتے ہوئے تحریر فرما دیا۔کہ آخری گذارش یہ ہے کہ آپ مولوی احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین کو یا مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی یا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کو اتوار کے دن گیارہ بجے سے ہمراہ لے آئیے۔فقیر مودبانہ طریق سے شرائطِ مناظرہ طے کر کے متنازعہ فیہا

مسائل میں مناظرہ کرنے کو تیار ہے۔

یہ خط دفتر انجمن سے انجمن کی مہر لگا کر بھیجا گیا تھا جس کے صریح معنی یہ تھے کہ سکریٹری جمیعت الاحناف مذکورہ بالا علما میں سے کسی کو اپنے ہمراہ لے کر دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور میں پہنچ جاتے اور قبل تشریف آوری ناظم صاحب کو اطلاع دیتے اور اپنی نیک نیتی کا ثبوت پیش کرتے۔ بجائے اس کے سکریٹری صاحب کی طرف سے ۲۳/۲۴/۲۵ / نومبر تک صدائے برخواست اور ۲۶ / نومبر کی شب ایک پوسٹر کلاں بخط جلی بعنوان دیو بندی اور بریلوی جماعت کا فیصلہ کن مناظرہ چھاپ کر شائع فرمایا جو دیواروں پر چسپاں نظر سے گزرا۔ اس میں مسجد وزیر خاں میں جہاں جلسہ منعقد تھا تشریف لانے کا اعلان فرمایا اس وقت برادرم مکرم شیخ محمد دین صاحب کلاں مرچنٹ جس کی وساطت سے خط و کتابت ہو رہی تھی ناظم انجمن نے کہا کہ یہ اعلان کیسا ہے۔ شرائط مناظرہ طے کرنے کے لیے حسب تحریر وہ دفتر میں وقت مقررہ پر تشریف لا سکتے ہیں۔ جلسہ گاہ میں آنے کے کیا معنی ہیں۔ اگر بالفرض طرفین کے آدمیوں میں تصادم ہو گیا تو اس کا ذمہ دار کون ہو گا۔ مسجد وزیر خاں میں آنے کی ہرگز اجازت نہیں وہ دفتر میں تشریف لائیں۔

چنانچہ شیخ صاحب نے سکریٹری صاحب کو متنبہ کیا اور حسب تحریر دفتر میں آنے کی ہدایت کی اور سکریٹری صاحب نے حتمی وعدہ کیا کہ ہم صبح وقت مقررہ پر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے دفتر میں حاضر ہو جائیں گے مگر بجائے اس کے سکریٹری صاحب معہ چند بیرونی علمائے دیو بند کے تقریباً پانچ سو کی جمیعت کے ساتھ جلسہ گاہ پر ایسے آدھمکے کہ گویا کسی پر دھاوا بولا تھا۔ ناظم حزب الاحناف جناب مولانا ابو

البرکات سید احمد صاحب اپنی تحریر کے مطابق دفتر انجمن میں مدعوشدہ نمایندوں کے منتظر تھے۔ اور جلسہ گاہ کا انتظام حضرت علامہ ابوالحسنات حافظ حکیم محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں کے سپرد تھا اور اس وقت جلسہ زیر صدارت خاں بہادر مولوی محرم علی چشتی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پنجاب ہو رہا تھا۔ اسٹیج پر عمائدین شہر رونق افروز تھے صاحب صدر نے جلسہ میں مداخلت کرنے سے روکا اور علامہ ابوالحسنات نے سردار محمد صاحب سکریٹری جمیعت الاحناف سے نہایت مہذبانہ طریقہ سے فرمایا کہ آپ انجمن کے دفتر میں تشریف لے جائیں وہاں ناظم انجمن آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ شرائط مناظرہ وہیں ہی طے کریں گے۔ مگر انہوں نے بجائے اس کے یہ کہا کہ بازاروں میں نعرۂ تکبیر کے ساتھ گشت شروع فرما کر اس امر کا مظاہرہ پیش کرنا چاہا کہ ہمارے علما مناظرہ کو آئیں اور علمائے اہل سنت نے مناظرہ سے انکار کر دیا۔

اس پر بعض معاملہ فہم حضرات نے انہیں سمجھایا کہ اس طرح غلط پروپگنڈا نامناسب ہے۔ ضابطہ یہی چاہتا ہے کہ آپ حضرات میں سے چند معتمد اشخاص معہ مدعووین ان کے دفتر انجمن میں جائیں اور ناظم انجمن سے باہمی شرائط طے کر لیں پھر اگر وہ آپ کو روکیں تو ان کا فرار ہے بالآخر سردار محمد صاحب نے یہ بات سمجھ لی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی اور مولوی ابوالوفا شاہ جہاں پوری اور مولوی عبدالحنان صاحب لاہوری اور مولوی اسمٰعیل صاحب سنبھلی اور مولوی ابوالقاسم صاحب اور چند اور جن کے نام معلوم نہیں ہم راہ لے کر دفتر میں پہنچے۔ ناظم صاحب نے نہایت خندہ پیشانی سے ان کو بیٹھنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ آپ خلاف وعدہ مسجد وزیر خاں میں کیوں تشریف لے گئے۔ آپ کو جہاں سے خط لکھا گیا ہے وہاں آنا چاہیے تھا۔ اور

بجائے تحریری اطلاع کے آپ نے پوسٹر کیوں شائع کیا اس کو واپس لیجیے۔ اور اپنی غلطی کا اعتراف کیجیے۔ اس پر دیر تک بحث ہوتی رہی۔

بالآخر جناب میاں عبدالرحیم صاحب میونسپل کمشنر رئیس اعظم گڑھی شاہو اور جناب مولوی شیر نواب صاحب میونسپل کمشنر قصور نے اس بحث کو ختم کرایا۔ اور جناب سکریٹری جمیعت الاحناف لاہور نے مذکورہ بالا علماے دیو بند کے حکم اور مشورہ سے مندرجہ ذیل قرارداد تحریر کر کے ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کو دی اور تاریخ مناظرہ ۱۵ر شوال المکرّم ۱۳۵۲ھ مقرر ہوئی۔ اظہار واقعہ اور اعلان مناظرہ کی غرض سے یہ چند سطور نذر ناظرین کی جاتی ہیں مولیٰ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حسب اقرار فریقین یہ مناظرہ ہو جائے۔ اور ہمیشہ کے لیے اس مذہبی جنگ کا خاتمہ ہو جائے۔ اور حق کا مالک حق واضح فرما کر فریق باطل کو قبول حق کی توفیق دے۔ اور فریقین باہم متحد ہو کر خدمت اسلام کریں۔

نقل تحریری سکریٹری جمعیۃ الاحناف لاہور

آج مورخہ ۲۶/۱۲/۱۹۳۳ء بروز اتوار بوقت گیارہ بجے دوپہر جس مناظرہ کا عنوان فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا وہ بعض وجوہات کی بنا پر معرض التواء میں رکھا گیا ہے اور اس کے لیے ۱۵/شوال ۱۳۵۲ھ کا دن مقرر کرتے ہیں۔اس پر دونوں کا اتفاق ہے ہم اپنی طرف سے مولانا مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کو اس مناظرہ کے لیے لانے کی کوشش کریں گے اگر وہ تشریف نہ لا سکے اور اپنا کوئی وکیل بھی نہ بھیج سکے تو اس صورت میں ہم آئندہ ان کی تحریرات کی پیروی ترک کردیں گے اور ان کی اختلافی تحریرات سے اظہار نفرت کردیں گے۔اسی طرح فریق ثانی مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب کو لانے کی کوشش کریں گے اور اگر وہ تشریف نہ لا سکے اور اپنا کوئی وکیل بھی نہ بھیج سکے تو اس صورت میں وہ آئندہ ان کی تحریرات کی پیروی ترک کردیں گے اور ان کی اختلافی تحریرات سے اظہار نفرت کردیں گے۔اور تاریخ مناظرہ سے پہلے ہر دو فریق اپنے علما کے اسمائے گرامی شائع فرمادیں گے ثالثین کا تقرر تاریخ مناظرہ سے دو یوم پہلے مقامی حضرات خود کر کے اعلان کردیں گے۔اس مناظرہ کا موضوع حسام الحرمین الشریفین میں جن جن عبارت پر اعتراضات کیے گئے ہیں۔ان پر علی الترتیب بحث ہوگی۔مسئلۂ قادیانیت زیر بحث نہ ہوگا۔اس لیے کہ وہ فریقین کے نزدیک کافر و مرتد ہیں۔

ان مباحث کے طے ہو جانے کے بعد اسی پلیٹ فارم پر دوسرے تمام مسائل اختلافیہ مابین فریقین پر بحث کر کے تصفیہ کرلیا جائے گا۔سردار محمد بقلم خود ناظم جمعیت الاحناف لاہور ۲۶/۱۱/۳۳ء حامی سنن ماحی فتن حضرت مولانا مولوی ابوالبر

کات سید احمد صاحب ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور نے مندرجہ ذیل تحریر سکریٹری جمیعت الاحناف کو دی۔ جناب سردار محمد سکریٹری جمیعت الاحناف لاہور نے جس مناظرہ کا اعلان بصورت پوسٹر شائع کیا تھا اور گزرگاہوں میں چسپاں فرمایا تھا اس کو بعض وجوہ کی بنا پر ملتوی کر کے جو قرارداد متفقہ فریقین جو اپنے دستخطوں سے ہمیں دی ہے ہم اس کو منظور کرتے ہیں۔

نقل کھلی چھٹی بنام مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی

واضح ہو کہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ۲۵ر نومبر ۱۹۳۳ء بوقت ۳ر بجے دن کے آپ کو جوابی تار ارسال کیا گیا تھا۔ جس کا مضمون بعینہ یہ ہے۔ جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔ حزب الاحناف کے جلسے ہو رہے ہیں۔ علمائے اہل سنت کے تمام اکابر کا اجتماع ہے۔ اس بہتر موقع پر آپ تشریف لاکر ''حفظ الایمان، براہین قاطعہ، تحذیر الناس'' کی عبارت کے متعلق تصفیہ کرلیں تاکہ تمام ہندوستان کے پریشان کن جنگ کا خاتمہ ہو جائے۔ اس موقعہ پر تکلیف سفر گوارا کرنا آپ پر لازم ہے تار کے ذریعہ تشریف آوری کے وقت سے اطلاع دیجیے۔ آپ کا سکنڈ کلاس کا کرایہ تشریف لانے پر پیش کیا جائے گا۔ اور ہر ممکن آسائش پہنچائی جائے گی۔ (من جانب امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور) اور جواب کے لیے موازی تیرہ آنے نقد ڈاک خانہ میں ادا کیے تھے جس کی رسید دفتر میں محفوظ ہے۔ لیکن آپ نے ہماری مخلصانہ گزارش کو شرف قبولیت نہ بخشا یعنی آج تک تار کا جواب نہیں دیا اور نہ تیرہ آنے کا فارم ہی واپس کیا لہٰذا التماس یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے جواب دینا اور تشریف لانا خلاف مصلحت وحکمت سمجھا گیا تھا تو فارم قیمتی تیرہ آنے کا مہربانی فرما کر واپس فرما دیں۔ اس لیے کہ یہ غربائے اہل سنت کا پیسہ ہے کاش ہماری مخلصانہ معروض قبول فرما کر آپ لاہور تشریف لے آتے اور عبارات ''حفظ الایمان، براہین قاطعہ، تحذیر الناس'' کے متعلق اکابر اہل سنت سے (جو جلسہ میں رونق افروز تھے،) فیصلہ کن مناظرہ ہو کر تصفیہ ہو جاتا اور فریقین سے حقارت ومنافرت کا سلسلہ منقطع ہو کر اس عالم گیر مذہبی جنگ کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جاتا۔ ہمیں آپ کے اس

موقع پر سکوت و بے اعتنائی اختیار کرنے کا نہ صرف افسوس بلکہ بے حد رنج ہے خیر اب چوں کہ آپ کے معتقدین عمائدین شہر لاہور نے اس فیصلہ کن مناظرہ کے لیے جناب محترم سردار محمد خاں صاحب ناظم جمیعت الاحناف نے مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی اور مولوی ابوالقاسم صاحب اور مولوی ابوالوفا شاہ جہاں پوری اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحنان صاحب لاہوری کے سامنے ان کے مشورہ سے فیصلہ کن مناظرہ کے لیے ۱۵؍شوال ۱۳۵۲ھ کا دن مقرر فرما کر فریقین کے اتفاق سے اپنے دستخطوں سے ہمیں تحریر عطا فرما دی ہے جو عنقریب شائع کر دی جائے گی ہم امید کرتے ہیں کہ اس تاریخ پر آپ بنفس نفیس لاہور قدم رنجہ فرما کر فیصلہ کن مناظرہ کر کے ہمیشہ کے لیے فریقین میں صلح و آشتی اور محبت و اتحاد کی بنیاد قائم کر دیں گے۔

فقط

جواب کا منتظر

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد

ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

نوٹ: کھلی چھٹی اور تار کا جواب ابھی تک نہیں ملا۔

استدعا

تمام ہندوستان و پنجاب کے سنی مسلمانوں کو نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ ۱۵/شوال ۱۳۵۲ھ کا انتظار کرنا چاہیے۔ اور بارگاہ رب العزت میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ماہ مبارک رمضان میں دعائیں مانگیں کہ جامع المتفرق بحرمت سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم بہت جلد وہ صورت پیدا فرمادے کہ فریقین میں کامل وداد و اتحاد ہو کر متفقہ طور پر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں۔

المشتہرین!!!

اراکین مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند۔ **لاہور**

دیوبندیوں کا مضطربانہ فرار!
مناظرہ سے بچنے کے حیلے

مقررشدہ مناظرہ میں منظرعام پرآنے سے کھلا انکار!

۱۵/شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۳۱/جنوری ۱۹۳۴ء کا دن حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی اور جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کے مابین مناظرہ کے لیے مقرر ہے تمام پبلک اس کی منتظر ہے۔ایک خلق اس کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے ہے، برابر اعلان شائع ہو رہے ہیں۔حضرت حجۃ الاسلام تشریف لے آئے آپ کی تشریف آوری کا اعلان شائع ہوگیا۔آپ ۱۵/شوال کو صبح دس بجے مقام مناظرہ مسجد وزیرخاں مرحوم میں اپنے مقابل کو طلب فرماتے ہیں۔آپ کے اعلان تشریف آوری نے وہابیہ دیوبندیہ کو عجیب اضطراب میں ڈال دیا۔۱۴/شوال مطابق ۳۰/جنوری کی شام کو جس کا اگلا دن مناظرہ کے لیے مقرر ہے وہابیہ دیوبندیہ نے ایک پوسٹر شائع کیا اس میں اشتعال انگیز اور دل آزار کلمات لکھے اس وقت ان کی عنایتوں کا جواب دینا نہیں چاہتے۔لیکن پوسٹر میں جس مقصد کا انہوں نے اظہار کیا وہ محض اس قدر ہے کہ مناظرہ کی خاطر یہ شکل ہوسکتی ہے کہ حکم کے سامنے تنہائی میں دونوں طرف کے صرف دو مناظر باہم گفتگو کریں اور کوئی مجمع نہ ہو اور اس کے خلاف یعنی کسی مجمع خاص میں بھی گفتگو کرنے کے لیے وہابی دیوبندی تیار نہیں ہیں۔یہ وہابیہ کا کھلا ہوا فرار اور مناظرہ سے صاف انکار ہے اور ہزارہا بندگان خدا جو دور دراز سے مناظرہ دیکھنے کے لیے آئے ہیں وہ کس طرح اس پر راضی ہوسکتے ہیں کہ مناظرہ صرف دو آدمی تنہائی میں کریں اس کو کون مناظرہ کہے گا۔یہ وہابیہ دیوبندیہ کی شرافت ہے کہ خود

تو مجمع عام سے گریز کریں اور میدان میں آنے والے شیروں کو فرار کا الزام دیں اور جو مضمون چھاپ کر شائع کیے ہیں ان پر مناظرہ خلوت تنہائی میں ہو۔

وہابیہ کی غلط بیانی

اس پوسٹر میں وہابیہ دیوبندیہ نے غلط بیانی کر کے پبلک کو یہ مغالطہ دیا ہے کہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور نے ڈاکٹر سر محمد اقبال اور مولانا اصغر علی صاحب روحی کی طرف انکار ثالثیت کی غلط نسبت کی یہ دیوبندیہ کا جھوٹا الزام ہے۔ ہمارے پاس دونوں صاحبوں کی تحریریں موجود ہیں۔ اور وہ انکار نہیں فرما سکتے۔

وہابیہ دیوبندیہ ہوشیار

اگر ۱۵؍ شوال روز چہار شنبہ دس بجے دن کو مقام مناظرہ مسجد نواب وزیر خاں مرحوم میں مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کو یا ان کی معتبر سند وکالت کے ساتھ کوئی وکیل مجاز ماذون مطلق پیش نہ کیا تو تمھیں دنیا میں منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی۔ اور مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کی شکست فاش میں وہابی دیوبندی کو جائے عذر باقی نہ رہے گی۔

المشتہرین

اراکین مرکزی انجمن حزب الاحناف۔ لاہور

مولوی اشرفعلی تھانوی کی شکست اول

حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہ العالی کے مقابل مناظرہ کے لیے نہ تھانوی خود آسکے نہ ان کا وکیل مجاز۔ ہندوستان بھر میں اور بالخصوص لاہور میں اس مناظرہ کے لیے دنیا بے چین تھی۔ جب ۱۵/شوال ۱۳۵۲ھ کو حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی اور مولوی اشرفعلی تھانوی یا ان کے وکیلوں کے مابین عبارات "تحذیر الناس و براہین قاطعہ و حفظ الایمان وفتوی گنگوہی" کے متعلق قرار پاچکا تھا اور وہابیہ نے لکھ دیا تھا کہ اگر تھانوی یا ان کا وکیل نہ آئے تو وہ ان سے قطع تعلق کرلیں گے، ۱۴/شوال تک تو وہابیہ کی طرف سے بالکل سکوت رہا مگر صرف ایک دن میں انہوں نے تین اشتہارات پے در پے شائع کر کے کوشش کی کہ اشتعال انگیزی ہو جائے۔ فساد ہو جائے یا مناظرہ بجائے مجمع عام کے، خلوت میں ہو اور دو مناظر کے سوا کوئی اور شخص وہاں موجود نہ ہو، صرف ان کے تجویز کیے ہوئے، ثالث ہوں۔ مگر یہ حیلہ جوئیاں نہ چلیں اور حضرت حجۃ الاسلام مدظلہ العالی کے لاہور پہنچ کر بار بار پوسٹروں کے ذریعہ اپنے مقابل کو طلب فرمانے سے وہابیہ کو اندیشہ ہو گیا کہ اگر وہ مجمع عام میں نہ پہونچے تو ان کی نہایت ذلت و رسوائی ہوگی اور سب لوگ ان سے پھر جائیں گے اس مجبوری سے ان کے مقامی اور بیرونی بہت سے مولوی جمع ہو کر مقام مناظرہ "مسجد وزیر خاں" میں ۱۵/شوال ۱۳۵۲ھ روز چہارشنبہ دس بجے تشریف لائے علمائے کرام اہل سنت کی جماعتِ کثیر پہلے ہی سے موجود تھی۔ جلسہ گاہ آدمیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، مجمع نہایت پر امن تھا۔

سید حبیب صاحب ایڈیٹر ''سیاست'' جلسہ کے صدر منتخب ہوئے۔لیکن وہابیہ جو ڈیڑھ اینٹ کی الگ چننے کے عادی ہیں انہوں نے اپنی چھوٹی سی جماعت کا چھوٹا سا صدر الگ ہی چن لیا، کوئی مقامی مقتدی شخص میسر نہ آیا تو قصبہ سنبھل کے مولوی اسمٰعیل ہی کو صدر بنالیا۔ جب بے چارے کو صدارت کا اتنا سلیقہ اور تجربہ تھا کہ خود ہی صدر بنے اور خود ہی سکریٹری کے وکیل، بیک وقت آپ کو دونوں منصبوں کا اعزاز حاصل تھا اور آپ اس پر بہت مفتخر اور نازاں تھے، مجمع میں آپ کو ہر چند سمجھایا گیا کہ آپ ایک منصب قبول فرمائیے۔ یہ دو منصب کس طرح جمع کر رہے ہیں مگر آپ نے ان دونوں نعمتوں میں کسی ایک کا چھوڑنا گوارا نہ کیا، بہت لطف ہوا جب سید حبیب صدرِ جلسہ نے دریافت کیا کہ اگر بحیثیت وکالت تقریر کرتے ہوئے جناب کی تقریر لمبی ہوگی یا کسی وجہ سے روکنے ٹوکنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ کو کون روکے گا۔فرمایا! کہ آپ۔سید صاحب نے فرمایا: ''تو آپ میرا حکم مانیں گے'' تو مولوی اسمٰعیل صاحب نے کہا کہ ہاں۔سید صاحب کے ہاں پر صدر کہاں ہوئے۔آپ کا صدر میں۔اس پر جلسہ میں بہت مضحکہ ہوا مگر آپ نہ صدارت ہی کو چھوڑ سکتے تھے نہ سکریٹری کے قائم مقامی سے دست بردار ہونے کا صدمۂ عظیم برداشت کر سکتے، بہرحال اگر آپ کے سر پر صدارت کی دستار تھی تو دوش پر سکریٹری کی نیابت کا جبہ بھی تھا۔حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب نے اعلان کیا کہ حسب قرارداد حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی مجلس مناظرہ میں رونق افروز ہیں۔جماعت وہابیہ حسب قرارداد مولوی اشرفعلی یا ان کے وکیل مناظرہ کو پیش کرے، جس کے پاس وکالت کی معتبر سند ہو۔

اس پر بات قیل وقال بسیار وحیلہ واعذار وہابیہ کے صدر نائب سکریٹری نے

ایک میلا پرچہ جیب شریف سے نکالا اور فرمایا کہ یہ سند وکالت ہے، جو مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی نے لکھی ہے یہ سند مجمع میں پڑھی گئی، اس میں کہیں یہ نہ تھا کہ ۱۵ر شوال کولاہور میں جو مناظرہ ہونے والا ہے ۔میں اس میں بجائے اپنے فلاں شخص کو اپنا وکیل بنا کر بھیجتا ہوں اس کا ہر قول اور قبول وعدول فتح وشکست سب مجھے قبول ہوگا اور میرا اقرار پالے گا۔ بجائے اس کے وہ ایک عجیب وغریب تحریر تھی ۔جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مذبذبین کو عبارت ''حفظ الایمان'' کی تفہیم کے لیے میں مولوی حسین احمد فیض آبادی، مولوی منظور مولوی اسمٰعیل سنبھلی اور مولوی ابولوفا شاہ جہاں پوری کو اپنا وکیل بناتا ہوں، جب یہ وکالت نامہ پڑھ کر سنایا گیا۔تو مولانا مفتی سید احمد صاحب نے فرمایا کہ یہ تفہیم کی اجازت ہے وہ بھی مذبذبین کو، اس میں کہیں مناظرہ کا لفظ تک نہیں مناظرہ کا وکیل کس طرح ہوگئے؟؟؟ یہ اجازت ہوگی تو وعظ گوئی کی ہوگی ۔ ہمارا جو مناظر مقرر ہوا ہے اس کا مبحث عبارات ''تحذیر الناس، فتویٰ گنگوہی، براہین قاطعہ وحفظ الایمان'' ۔جن پر ''حسام الحرمین'' میں حکم کفر دیا گیا ہے۔ وہ ہیں۔ تھانوی صاحب کی تحریر میں نہ مبحث کا ذکر ہے نہ مناظرہ کا لفظ، نہ لاہور کا نام ہے نہ حزب الاحناف جمیعت الاحناف کی قراردادوں کا حوالہ، نہ ۱۵ر شوال ۱۳۵۲ھ کی تاریخ ہے نہ بحث کی اجازت نہ یہ ذکر ہے، کہ میرا وکیل جو قبول کرلے گا مجھے بھی وہ قبول ہوگا۔ پھر کس طرح منایا جائے کہ یہ تحریر سند وکالت مناظرہ ہے۔

اس پر مولانا ابوالفتح صاحب مولوی حشمت علی صاحب نے کھڑے ہوکر فرمایا: کہ سند وکالت مناظرہ نہیں۔ نہ تھانوی خود آئے نہ ان کا وکیل مجاز پہونچا، لہذا بے قرار داد ان کی اس شکست کا اعلان کرتا ہوں۔اس پر وہابیہ کے صدر نائب سکریٹری

صاحب بہت بے چینی سے اٹھے اور نہایت بے کسانہ شکل کے ساتھ فریادوں کے لحظہ میں عرض کیا کہ مولوی حشمت علی صاحب اپنا یہ اعلان واپس لے لیں۔ لیکن ہزار ہا مجمع کے بیچ میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا۔ جو ان کی تائید کرتا اور ان کا ہم زبان ہوتا سب مجمع دیکھ رہا تھا کہ مناظرہ کے موقع پر سبق پڑھانے یا وعظ کہنے کی اجازت لے کر آئے ہیں، یہ تمسخر ہے یا فریب دہی۔ وہابیہ کے صدر نائب سکریٹری کی منت ولجاجت پر جلسہ کے صدر جناب سید حبیب صاحب نے ان کی اتنی خاطر کی کہ مولانا حشمت علی صاحب سے فرما دیا: کہ یہ اعلان کچھ قبل از وقت ہے مگر انہیں جواب دے دیا گیا کہ یہ فیصلہ مجمع عام کے ہاتھ ہے، جناب جلسہ کے انتظام کے لیے صدر ہیں چنانچہ قابل صدر نے اس کا اعتراف کیا، بے چارے وہابیہ کو جواب دے دیا، وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ پھر وہابیہ نے درخواست کی کہ کسی ایک شخص کو تجویز کر لیا جائے جو تحریر دیکھ کر یہ بتا دے کہ یہ تحریر وکالت مناظرہ کی ہے یا نہیں؟۔

اس پر مولانا ابوالفتح حافظ حشمت علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اس پر بھی تیار ہیں کہ آپ یہاں سے ہمارے دو آدمیوں کو لے جائیں۔ اور خود تھانوی سے دریافت کر لیجیے کہ کیا یہ وکالت نامہ مناظرہ ہے اور آپ نے مناظرہ کے لیے ان اشخاص کو اپنا وکیل بنایا ہے۔ اگر چہ یہ بات بڑی پر زور بہت زبردست تھی مگر وہابی جانتے تھے کہ نہ مولوی اشرفعلی صاحب نے کسی کو مناظرہ کا وکیل بنایا ہے اور نہ وہ ہرگز یہ کہیں گے کہ یہ تحریر مناظرہ کا وکالت نامہ ہے، اس لیے وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے اور مجمع کی رسوائی انہوں نے گوارا کی۔

اخیر میں وہابیہ نے ایک استدعا پیش کی کہ ہمارے جو علما موجود ہیں وہ اپنی

طرف سے ایک شخص کو مولوی اشرفعلی صاحب کا وکیل تسلیم کر لیتے ہیں ،اس کی فتح و شکست کو مولوی اشرفعلی کی شکست و فتح تسلیم کرلیں گے۔ حضرت حجۃ الاسلام اپنی طرف سے کسی شخص کو اجازت دیں دے کیوں کہ وہابیہ کی استدعا میں اپنے اس نئی توکیل میں مولوی اشرفعلی صاحب کی طرف جو وکالت نامہ پہلے انہوں نے منسوب کیا تھا اور جس کو مناظرہ کا وکالت نامہ بتایا تھا اس کی ایک طرف تکذیب اور اپنے اس دعوے کے اعلان کا ایک گونہ اعتراف پایا جاتا ہے اور مجمع بھی مناظرہ دیکھنے کے لیے منتظر تھے۔ اس لیے یہ درخواست منظور کر لی گئی۔

وہابیہ نے مولوی منظور سنبھلی کو تھا نوی کا وکیل تسلیم کیا ،اور حضرت حجۃ الاسلام مدظلہ العالی نے مولانا ابوالفتح مولوی حافظ حشمت علی صاحب کو اپنی طرف سے مناظرہ کی اجازت دی اور وکیل مقرر فرمایا، مولانا ابوالفتح صاحب اور منظور سنبھلی کے درمیان جو کچھ گفتگو ہوئی اور سنبھلی نے جس طرح مناظرہ سے جان بچا کر فرار ہوا اس کی تفصیل اشتہار آئندہ میں ملاحظہ ہو، اب ہم مولوی اشرفعلی صاحب کی وہ تحریر پیش کر تے ہیں جس کو وہابی جماعت نے براہ چالاکی مناظرہ کا وکالت نامہ قرار دیا تھا۔ اہل انصاف اس تحریر کو غور سے دیکھیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ وہابیہ نے کس قدر مغالطہ اور غلط بیانی سے کام لیا تھا۔ دنیا کا کون غافل شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ تحریر مناظرہ کی توکیل ہے ،جس میں مناظرہ کا لفظ تک بھی نہیں ہے۔

نقل تحریر مولوی اشرفعلی تھانوی

مقام تھانہ بھون ۵ / رمضان ۵۲ ھ بعد حمد وصلاۃ، جس دینی کلام سے کسی کو خطاب کیا جائے وہ اگر محض تبلیغ ہے، تو عبادت ہے اور ایک صورت ہے۔اس کے بعد اگر مخاطب محض تحقیق حق کے لیے کوئی سوال کرے اور اس کو جواب دینا بھی عبادت ہے اور یہ دوسری صورت ہے اور ان دونوں خدمتوں میں ہر مسلمان جن میں احقر بھی ہے اور اگر مخاطب کو محض جدال ہی مقصود ہے اور یہ تیسری صورت ہے۔تو اس کو جواب نہ دینا، اور اعراض کرنا بھی جائز ہے اور اس سکوت میں جو مذبذبین کے ضرر کا شبہ ہوتا ہے اس کا ضرر خود کا مذبذبین کی تعلیم سے دفع کرنا ممکن ہے، خواہ ابتدایا ان کے سوالوں کے بعد اور میرا بھی یہی مذاق ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ رسالہ ''حفظ الایمان'' مولفہ احقر پر اعتراض کرنے والوں کے متعلق میرا عمل ہمیشہ سے اپنے مذاق کے مطابق مذاق رہا ہے کہ نفس مسئلہ کے متعلق تبلیغ کے لیے مرتدین کی تشفی کے لیے خود رسالہ ''حفظ الایمان ب۔بسط البنان، تغیر العنوان'' لکھ چکا اور معاندین کو کہیں خطاب نہیں کیا گیا مگر بعض احباب، بعض مواقع پر دوسرے مذہب پر عمل کرنے کو نافع سمجھتے ہیں اور بعض مواقع پر بعض حالات کے اقتضا سے ناواقفیت میں اس کی حاجب ہے کہ اس تقسیم کے لیے میں کسی کو اپنا وکیل بنادوں، اس لیے سردست میں اپنی طرف سے اس تفہیم کے لیے ان بزرگوں کو اپنا وکیل بناتا ہوں: حضرت مولانا حسین احمد فیض آبادی، جناب مولانا منظور احمد صاحب سنبھلی، مولانا ابو الوفا صاحب شاہ جہاں پوری مولانا اسمٰعیل صاحب سنبھلی۔دیوبندیوں کی جمیعت الاحناف لاہور اور اہل سنت کی مرکزی انجمن حزب الا

حناف ہند لاہور کی متفقہ قرارداد کے متعلق مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی مناظرہ کے لیے نہ خود آسکے نہ اس مناظرہ کے لیے اپنا وکیل مطلق مجاز وماذون بھیج سکے۔لہٰذا مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب سے قطع تعلق کر لینا اور ان تحریرات کی پیروی چھوڑ دینا ،دیوبندی کی جمیعت الاحناف پراور مولوی دیوبند پر حسب قرارداد لازم ہے۔اللہ تعالیٰ ان حضرات کے ارشاد تفہیم میں نفع وبرکت بخشے۔ ان اریــــــدالا الا صـــــلاح مااطلعت وما تو فیقی الا باللّٰه.

المشتہرین

ارا کین مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند۔لاہور

لاہور میں وہابیت کا خاتمہ

فیصلہ کن مناظرہ کا انجام

مولوی احمد علی کی وہابیت کا انکشاف

۱۵؍شوال کو مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کے نہ آنے اور وکیل مجاز نہ بھیجنے سے انہیں جو شکست ہوئی تھی اس کی عار کم کرنے کے لیے دیوبندی علما کے پورے لشکر نے یہ تجویز سوچی تھی کہ اپنی طرف سے مولوی منظور کو تھانوی صاحب کا وکیل قرار دے لیں۔ اور اس طرح سے ان کے نہ آنے کی خفت کو کچھ کم کریں۔ مولوی منظور نے جس قدر شرطیں پیش کیں، وہ شیر بیشۂ اہل سنت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی صاحب سلمہٗ نے فراخ دلی سے منظور کر لی۔ صرف تھوڑی سی نہایت مفید ترمیمیں چاہی تھیں، جن میں فریقین کا کوئی حرج نہ تھا۔ مثلاً یہ ہے کہ دو مسئلوں میں اخیر تقریر مولوی منظور کی ہوگی تو دو میں اخیر تقریر مولانا حشمت علی کی ہوگی اور یہ کہ ہر دو مناظر اپنی اپنی تقریریں اپنے مؤکلوں سے دستخط کرا کر مخالف کو دیں گے۔ یعنی مولانا حشمت علی صاحب اپنی تقریروں پر اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام دام ظلہ العالی کے دستخط کرا دیں گے۔ اور مولوی منظور صاحب سنبھلی اپنی تقریروں پر مولوی اشرفعلی تھانوی سے دستخط کرا دیں گے۔ یہ بات نہایت معقول تھی، تمام حاضرین نے پسند کیا۔ وہابیہ کے بھی معاملہ فہم حضرات نے اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا، اور اس میں فریقین میں کسی کا حرج بھی نہ تھا۔ مگر وہابی صاحبوں کو مناظرہ موت کے برابر مہیب نظر آ رہا تھا۔ اتنی سی بات وہ دن بھر میں منظور نہ کر

سکے اوران کی کانا پھوسی مشورے ختم نہ ہونے تھے اور نہ ہوئے۔ان کے صدر مولوی اسمٰعیل سنبھلی اختیارات صدارت سے تجاوز کر کے طنزوں، کنایوں اور غلط الزاموں پر اتر آتے ہیں۔اورسنیوں کے فاضل صدر حضرت علامہ سید محمد شاہ صاحب سیالکوٹی فاضل پنجاب کو مجبوراً ان کا جواب دینا پڑتا تھا،کئی مرتبہ تو علامہ موصوف نے وہابیہ کے صدر مولوی اسمٰعیل صاحب کو آگاہ کیا کہ آپ اپنے اختیاراتِ صدارت سے تجاوز نہ کریں ۔مسائل کا بیان کرنا،فریق مقابل پر الزام لگانا، یہ کام آپ کا نہیں ہے۔آپ اپنے مناظر کو کھڑا کر دیجیے کہ وہ مسائل پر گفتگو کرے۔

لیکن وہابیہ کے صدر کا منشا تھا کہ مجمع کو اشتعال دلائے اور کسی طرح فساد کی صورت پیدا کرے تاکہ فساد ہو جائے اور مناظرہ نہ کرنا پڑے۔اس لیے وہ برابر اسی قسم کی شرانگیز گفتگو کرتا رہا۔

سنیوں کے صدر علامہ سید محمد شاہ صاحب سلمہٗ کو مجبوری صدر وہابیہ کے جواب دینے پڑے۔ جواب دیئے تو ماشاءاللہ دانت کھٹے کر دیئے،اور وہابیہ کے ہوش اڑا دیئے۔ جب فاضل صدر نے دیکھا کہ وہابیہ دیوبندیہ کا صدر کسی طرح بھی اپنے مناظر کو کھڑا نہیں کرتا۔تو تین بار یہ فرمایا کہ اگر آپ کو خواہش مناظرہ ہے تو پھر آپ کا اور میرا ہی مناظرہ ہو جائے ۔منطق فلسفہ ،ریاضی ،تفسیر ،حدیث ،فقہ،اصول عقائد جس علم وفن میں چاہیں مناظرہ کرلیں۔مگر وہابیہ صدر جس کو تھانوی صاحب کی وکالت کا بھی ادعا تھااوراس میں یہ جرأت ہی نہ تھی کہ خود ہی مناظرہ کے لیے تیار ہو جاتا ،نہ وہ اپنے مناظروں میں سکت دیکھتا تھا اس لیے بے چارہ وقت کو ٹالتا تھا اور اشتعال انگیزی کی کوشش کرتا تھا۔

مناظرہ سے بچنے کی ایک نہایت شرم ناک تدبیر

وہابیہ دیو بندیہ نے امرتسر کے مشہور غیر مقلد "ثناء اللہ" کو بلا کر نہایت احترام سے اپنے اسٹیج پر بلایا۔اور دیو بندی مناظر مولوی منظور نے اپنی کرسی پر جگہ دی۔ثناء اللہ صاحب کی آمد پر دیو بندیوں کی ساری جماعت تعظیم کے لیے کھڑی ہوگئی اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔اگرچہ ہزار ہا آدمیوں کے مجمع نے اس فعل پر نفرت کا اظہار کیا۔ اور سب کو یہ حرکت ناگوار گزری، لیکن وہابیہ نے اپنے رفیق کو چھوڑ نا گوارا نہ کیا۔

حاضرین پر عیاں ہوگیا کہ غیر مقلدین اور وہابیہ دیو بندیہ درحقیقت عقائد میں متحد ہیں۔اعمال ظاہری میں اگرچہ مختلف ہیں جس حالت میں کہ شرطیں طے ہورہی تھی۔ اور وہابیہ سے اقرار لیا کہ وہ اپنی تقریروں پر اپنے پیشوا مولوی اشرفعلی صاحب کی تصدیق کرانے کا ذمہ لیں،اس حالت میں وہابیہ کی طرف سے یہ شرم ناک سوال کیا گیا کہ اس مناظرہ کو رہنے دو۔اور ثناء اللہ غیر مقلد سے مناظرہ کرلو۔

اس سے اندازہ کیجیے کہ وہابیہ دیو بندیہ اور ان کا مناظر سب مناظرہ کی طرف سے پریشان تھے۔وہ اسی کو غنیمت سمجھے کہ غیر مقلد کے کندھوں پر اپنا جوا رکھ کر بھاگ نکلیں۔سنیوں کے صدر نے کہا کہ آپ مناظرہ سے اپنے فرار کی تحریر دے دیں تو ہم ثناء اللہ سے مناظرہ شروع کردیں۔جب وہابیہ نے دیکھا کہ اس طرح بھی مناظرہ کی مصیبت سر سے نہیں ٹلتی تو ان کے سکریٹری نے اعلان کردیا کہ اس جلسہ کی ذمہ داری میرے اور حضرت مولانا سید احمد صاحب کے اوپر ہے۔میں اس ذمہ داری کو اپنے سر اٹھاتا ہوں۔اس کلمہ کے یہ معنی تھے کہ وہ اپنی طرف کے مجمع کے ذمہ دار نہیں رہے۔

جب کوتوال صاحب نے دیکھا کہ ان کی نیت فساد کرانے کی ہے تو انہوں نے اپنی ذمہ

داری محسوس کی اور مجمع میں آ کر کہا کہ آپ امن وامان سے کام لیجیے۔ ایسا نہ ہو کہ انتظام قائم رکھنے کے لیے اپنی طاقت استعمال کرنے پر مجبور ہوں۔

لیکن وہابیہ نے اس پر بھی اپنی روش نہ بدلی اور یہ بے ضابطگی کی کہ عین اس وقت جب کہ سنیوں کے صدر علامہ سید محمد شاہ صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ ان کی تقریر کے دوران میں اپنے مقرر کو کھڑا کر دیا اور اس نے چلانا شروع کر دیا۔ یہ خلاف تہذیب وانسانیت وخلاف ضابطہ کاروائی دیکھ کر کوتوال صاحب نے مجمع سے فرمایا کہ چلے جاؤ مجھے اندیشہ ہو گیا ہے یہ سنتے ہی وہابیہ سب کے سب فرار ہو گئے ایک بھی موجود نہ رہا ،کسی کے منہ سے یہ نہ نکلا کہ جناب ہم آپ کو اطمینان دلاتے ہیں کہ امن قائم رکھیں گے ،کوئی بات فساد کی نہ ہونے دیں گے آپ ہمیں مناظرہ کرنے دیجیے...... یہ کہتے تو جب یہ کہ انہیں مناظرہ منظور ہوتا۔ لیکن انہوں نے کوتوال صاحب کے یہ فرمانے کو بہت ہی غنیمت سمجھا۔ نہ کسی کو سلام کیا نہ کلام کیا، نہ کہا کہ ہم جا رہے ہیں، نہ اذن لی نہ اجازت لی، نہ اپنے آئندہ آنے کا وعدہ کیا چپکے سے روانہ ہو گئے۔ اور سنی بحمد اللہ سب قائم رہے اور عصر تک مولانا ابوالفتح حافظ حشمت علی صاحب اور علامہ سید محمد شاہ صاحب کی زبردست تقریریں ہوتی رہیں، مجمع قائم رہا، پھر شب میں ۳/ بجے تک جلسہ رہا۔

وہابیہ کے اس بھاگ جانے کو شہر کے لوگوں نے بہت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا، تمام شہر میں ان کی بدنامی ہو رہی ہے۔ اہل سنت جماعت کے جلسے نہایت تزک واحتشام کے ساتھ جاری ہیں۔ یہ ساری وہابی لشکر کی بہت ذلیل ترین شکست ہوئی۔ اور چوں کہ وہابیہ کی جماعت نے مولوی منظور سنبھلی کو مولوی اشرف علی تھانوی کا وکیل تسلیم کر لیا تھا اور ان کی فتح وشکست کو تھانوی کی فتح وشکست قرار دیا تھا اس لیے یہ

شکست مولوی اشرفعلی کی شکست اور ان کی ہار ہے۔ سنی نوجوان طالب علموں کو حسرت رہ گئی کہ مباحث مناظرہ میں سے کسی مبحث پر وہابیہ دو منٹ بھی نہ بولے ورنہ انہیں بھی کچھ مزہ آجاتا ۔

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ان سے مطلب کی ملاقات نہ ہونے پائی

مولوی اشرفعلی تھانوی کی دس روشن شکستیں

تھانوی صاحب کو اس مناظرہ کے لیے نہ خود آنے کی جرأت ہو سکی نہ اپنا مجاز وماذون مطلق وکیل بھیجنے کی ہمت ہوئی۔ یہ اس مناظرہ میں حسب داد فریقین تھانوی صاحب کی **پہلی شکست ہے۔**

وہابیہ کے مولویوں نے کہا کہ تفہیم ومناظرہ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، جب تھانوی صاحب نے تفہیم کا وکیل بنا دیا تو مناظرہ کا وکیل بھی بنا دیا۔اس پر مناظر اہل سنت نے رد کیا کہ تفہیم کے معنی سمجھانا ہیں جیسے استاذ شاگرد کو سمجھاتا ہے۔ بخلاف مناظرہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر فریق اپنے مقابل کی بات سمجھے اور اگر سمجھ میں آجائے تو اسے قبول کرلے اور دونوں مناظرین علم میں مساوی ہوں تو تفہیم کی وکالت مناظرہ کی وکالت نہ ہوئی۔تھانوی کی فرضی وکلا تفہیم ومناظرہ کا ہم معنی ہونا ثابت نہ کرسکے۔ یہ تھانوی صاحب کی **دوسری شکست ہے۔**

قرارداد مسلم فریق میں یہ طے ہو چکا تھا کہ مباحثِ مناظرہ چار ہوں گے۔ تھانوی صاحب نے ان میں سے صرف ایک مبحث عبارت ''حفظ الایمان'' کی تفہیم کا وکیل بنایا۔جس سے ثابت ہوا کہ خود تھانوی صاحب کو اس بات کا یقین ہے کہ فتوی گنگوہی، عبارت ''تحذیر الناس وبراہین قاطعہ'' میں ایسے کھلے کفریات ہیں جن کو سمجھانا بھی ان کی طاقت سے باہر ہے۔ یہ تھانوی صاحب کی مسلم فریقین **تیسری شکست ہے۔**

مناظر دیوبند نے دعوی کیا کہ ''رشیدیہ'' میں جو مناظرہ کی کتاب ہے یہ لکھا

ہوا ہے کہ مدعی کی پہلی تقریر ہو اور اس کی پچھلی تقریر ہو۔ مناظر اہل سنت نے بار بار مطالبہ کیا، مگر مولوی منظور ''رشیدیہ'' میں یہ مضمون نہیں دکھا سکے۔ یہ تھانوی صاحب کی **چوتھی شکست ہے۔**

تھانوی صاحب کے فرضی و زعمی وکلائے تفہیم، مولوی منظور سنبھلی، مولوی ابولوفا شاہ جہاں پوری مولوی اسمٰعیل سنبھلی کو اس بات کا اقرار لکھنے کی ہمت نہ ہو سکی کہ وہ اپنے خود ساختہ وکیل تھانوی تقریروں پر تھانوی صاحب کے دستخط کرا دیں گے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ ان مولویوں کو خود یقین تھا کہ تھانوی صاحب کے نزدیک ان کی تقریریں غلط ہوں گی اور وہ ہرگز ان کی تصدیق نہ کریں گے۔ تھانوی صاحب کے فرضی و زعمی وکیلوں کی یہ بے کسی تھانوی صاحب کی **پانچویں شکست ہے۔**

وہابیہ دیوبندیہ کے صدر مولوی اسمٰعیل سنبھلی اپنے مناظر کو گفتگو کے لیے کھڑا نہ کیا اور خود شر انگیز تقریریں کرتے رہے تاکہ فساد ہو جائے اور مناظرہ کی قیامت سے ان کی جان بچے۔ تھانوی صاحب کی یہ زعمی و فرضی وکیل کی یہ شرم ناک حرکت تھانوی صاحب کی **چھٹی شکست ہے۔**

مولوی اسمٰعیل سنبھلی صدر وہابیہ کی بے ضابطہ و بے قاعدہ تقریروں پر جب فاتح دیوبند علامہ سید محمد شاہ صاحب نے ان کو سر میدان للکارا کہ جب آپ اپنے مناظر کو کھڑا کرنا نہیں چاہتے اور خود بے قاعدہ مباحث پر تقریر پر عوام کو برانگیختہ کرنا چاہتے

ہیں تو پھر میرا آپ سے مناظرہ ہو جائے۔ اس چیلنج کے الفاظ ایسے پر زور اور غیرت دلا نے والے تھے کہ اگر کسی ادنیٰ حیادار سے کہے جاتے تو وہ بھی تھوڑی دیر کے لیے مناظرہ کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔ لیکن باوجود اس کے کہ اس چیلنج کی زبردست للکار سے تین بار جلسہ گونج اٹھا۔ مگر تھانوی صاحب کی وکالت کے اس مدعی کو مناظرہ کی ہمت نہ ہو سکی۔ تھانوی صاحب کے اس خیالی وکیل کی یہ حیا سوز خاموشی، تھانوی صاحب کی **ساتویں شکست ہے۔**

وہابیہ دیوبندیہ کا اپنے مناظر کو کرسی سے ہٹانا اس پر ثناء اللہ غیر مقلد وہابی کو بٹھانا اور اسے چیلنج مناظرہ دلوانا اور اس طرح مناظرہ سے اپنی جان بچانا سب تھانوی صاحب کے زعمی وفرضی وکیلوں کے مشورہ سے تھا۔ یہ تھانوی صاحب کی **آٹھویں شکست ہے۔**

جمعیۃ الاحناف دیوبندیہ کے سکریٹری نے تھانوی صاحب کے خیالی وادعائی وکیلوں کے مشورہ سے یہ اعلان کیا کہ اب میں مجمع کا ذمہ دار نہیں۔ اس کے معنی یہ تھے کہ اب اگر ان کی جماعت شر انگیزی ونقضِ امن کریں تو وہ اس کے ذمہ دار نہیں اور دیو بندیوں کو ان کے سکریٹری کی طرف سے شر، فساد کی اجازت ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کو توال صاحب فساد کا احتمال دیکھ کر مناظرہ بند کرا دیں اور وہابیوں دیو بندیوں کی جان مناظرہ کی قہر آفت سے بچ جائے۔ تھانوی صاحب کے ادعائی دریائی وکیلوں کی یہ شرم ناک حرکت تھانوی صاحب کی **نویں شکست ہے۔**

کوتوال صاحب کے کہہ دینے پر وہابیہ، دیوبندیہ کے سکریٹری نے اپنی جماعت کی طرف سے باامن رہنے کی ذمہ داری نہ لی۔اور تھانوی صاحب کے تینوں وکلاے تفہیم اپنی ساری جماعت کو لے کر اہل سنت کو بغیر اطلاع دیئے، بغیر ان سے اجازت لیے جلسہ سے فرار ہو گئے۔یہ تھانوی صاحب کی **دسویں شکست** ہے۔" تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَهٗ " باقی شکستوں کی تفصیل آئندہ ملاحظہ ہو۔

مسلمانانِ لاہور کو دو عظیم الشان فائدے

اس واقعہ سے اور بھی فائدے حاصل ہوئے ہیں:

اوّل: یہ کہ لاہور کے بھولے بھالے مسلمان مولوی احمد علی صاحب شیرانوالی کو حنفی سنی صوفی سمجھتے تھے۔ ان پر ان واقعات نے روشن کر دیا کہ مولوی احمد علی صاحب یقیناً وہابی دیوبندی ہیں اور ان کے وہی ناپاک گندے عقیدے ہیں جو دیوبندی مولویوں نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔

دوم: یہ کہ لاہور کے سیدھے سادھے اہل اسلام دیوبندی مولویوں کی پرفریب تقریریں سن کر یہ سمجھے ہوئے تھے کہ وہابیہ تو صرف غیر مقلد ہیں۔ جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں، لیکن دیوبندیوں نے ثناء اللہ غیر مقلد کو اپنے اسٹیج پر عزت و احترام کے ساتھ بلایا اور اپنے مناظر مولوی منظور سنبھلی کو کرسی سے ہٹا کر اس پر ثناء اللہ صاحب کو بٹھایا، ان کو اپنا مشکل کشا بنایا اور ان کے پردے میں اپنے سر سے مناظرہ کی مصیبت ٹالنے کے لیے ان سے چیلنج دلوایا۔ ان واقعات سے روشن ہو گیا کہ دیوبندیہ و غیر مقلدین دونوں وہابی ہیں۔ دونوں کے عقیدے بالکل ایک ہیں۔ دونوں کا مذہب متحد ہے دونوں میں صرف بعض ظاہری اعمال کا معمولی اختلاف ہے۔

اعلان

حسب قرارداد مسلم فریقین وہابیہ، دیوبندیہ اوران کی پارٹی جمیعت الاحناف لاہور اور مولوی احمد علی شیرانوالی پر لازم ہے کہ وہ بہت جلد مولوی اشرفعلی پر اظہار منافرت اوران کی اختلافی تحریروں کی پیروی چھوڑ دینے کا بہت صاف لفظوں اعلان چھاپ دیں۔تمام اہل سنت و جماعت اس کے منتظر ہیں۔

المشتھرین

اراکین مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور